اگست ۱۹۷۹ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد ۲۸	اگست ۱۹۷۹ء	عدد ۸

مشمولات

★ استقبال رمضان - - - - - - - آیت قرآنی و احادیث نبوی ۱

★ مطالعہ قرآن حکیم : نشری تقاریر - - ڈاکٹر اسرار احمد ۹

★ اعجاز قرآن کی حقیقت و تصدیق
بذریعہ کمپوٹر (۳) - - - - - - محترم غازی عزیر (علی گڑھ) ۲۵

★ حضرت ابوشحمہ ابن عمرؓ کا صحیح واقعہ مولانا محمد امین الاثری ۴۴

★ قرآن اور تجدید ایمان - - - - - پروفیسر اختر الحسن بھٹی ۴۹

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

یکے از مطبوعات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت : ۳۶ - کے ، ماڈل ٹاؤن ، لاہور

(فون : 852683 - 852611)

رمضان کا مہینہ وہ ہے
جس میں قرآن اتارا گیا!

روزہ اور قرآن کی شفاعت!

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّیَامُ وَ الْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَ الشَّھْوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہوکر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سُنے گا!)۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اِس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما!)۔ اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا آج اِس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما!) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کیلئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا!) اور خاص مراحم خسروانہ سے اس کو نوازا جائے گا۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

★

شَهْرُ رَمَضَانَ
الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى
وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ
فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى
سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۖ
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ
بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥

(البقرة : ١٨٥)

★

رمضان کا مہینہ ہے

جس میں قرآن اتارا گیا

لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق
و باطل کے امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ،
سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ
اس کے روزے رکھے، اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے
دنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے
آسانی چاہتا ہے، تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا
اور چاہتا ہے کہ تم تعداد پوری کرو۔ اور اللہ نے
جو تمہیں ہدایت بخشی ہے اس پر اُس کی بڑائی کرو
اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

بقرہ، ۱۸۵

رمضان کی آمد پر

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک

خُطبہ

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: "یَآ اَیُّھَا النَّاسُ فَقَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا۔ مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ۔ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِذُنُوْبِہٖ وَ عِتْقُ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَّا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَ اَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ ۝

—— رواہ البیہقی فی شعب الایمان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا۔ اس میں آپؐ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالےٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سُنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا، تو اس کے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے آپؐ سے عرض کیا گیا کہ:۔ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان حاصل نہیں ہوتا۔ تو کیا غرباء اس ثواب سے محروم رہیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: اللہ تعالےٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالےٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام وخادم کے کام میں تخفیف وکمی کردے گا اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔"

(ترجمہ ماخوذ از معارف الحدیث، مولانا محمد منظور نعمانی)

قرآن مجید کی عظمت و فضیلت

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ، قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ، وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ، هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا: "اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ" مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ (رواہ الترمذی والدارمی)

"حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ نے ایک دن فرمایا: آگاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلی اُمتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں، اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں، (یعنی اعمال و اخلاق کے جو دُنیوی و اُخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں اُن سب سے بھی آگاہی دے دی گئی ہے!) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں اُن کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں) وہ قولِ فیصل ہے، وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے۔ جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور و سرکشی کی راہ سے قرآن سے مُنہ موڑے گا!) اللہ تعالیٰ اُس کو توڑ کے رکھ دے گا، اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اُس کے حصّہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایتِ حق سے محروم رہے گا!)

قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے، اور محکم نصیحت نامہ ہے، اور وہی صراطِ مستقیم ہے، وہی وہ حقِ مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اُس کو گڑبڑ نہیں کرسکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہوگئی اور محرّفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کے اُس کو محرّف کردیا۔ اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوسکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تاقیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرمادیا ہے!) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبّر کا عمل اور اُس کے حقائق ومعارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علمِ قرآن پر پورا عبور حاصل کرلیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کیلئے کچھ باقی نہیں رہا۔ بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علمِ قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی اُن کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور اُن کا احساس یہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اُس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ (قرآن) کثرتِ مزاولت سے کبھی پُرانا نہیں ہوگا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد اُن کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکّر و تدبّر کیا جائے گا اُتنا ہی اُس کے لُطف و لذّت میں اضافہ ہوگا!) اور اُس کے عجائب (یعنی اُس کے دقیق و لطیف۔ حقائق ومعارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنّوں نے اس کو سُنا تو بے اختیار بول اُٹھے:

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ	ہم نے قرآن سُنا جو عجیب ہے، رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی، پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔

جس نے قرآن کے موافق بات کہی اُس نے سچّی بات کہی، اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر و ثواب ہوا، اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر و ثواب ہوا اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اُس نے عدل و انصاف کیا، اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اُس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگئی۔

(ترجمہ معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی)

^

رمضان المبارک کا بہترین تحفہ

ڈاکٹر اسرار احمد کی مقبولِ عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھیئے اور دوستوں اور عزیزوں کو تحفۃً پیش کیجئے ـــ اور
دورانِ ماہِ رمضان اہل و عیال اور اعزّہ و اقارب کے ساتھ اجتماعی مطالعہ کیجئے!

(نوٹ) اس کتابچے کا انگریزی اور عربی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، فارسی ترجمہ زیرِ طباعت ہے
نیز اس کے حقوقِ اشاعت نہ ڈاکٹر صاحب کے حق میں محفوظ ہیں نہ انجمن کے!

شائع کردہ

مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

۳۶ ـ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور ـ فون ۸۵۲۶۱۱

بار اوّل :ـ	رمضان المبارک	۱۳۹۸ ھ :	پانچ ہزار
بار دوم :ـ	" "	۱۳۹۹ ھ :	دس ہزار
ہدیہ فی سینکڑہ		ـــــــــــ	دس روپے

پرنٹرز: مکتبہ جدید پریس ○ ۴ شارع فاطمہ جناح، لاہور

مطالعہ قرآن حکیم : نشری تقاریر

اسرار احمد

۱۔ قرآن کا اسلوبِ بیان

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری اور کامل و اکمل رسول ہیں اور ان پر نبوّت صرف ختم ہی نہیں ہوئی درجۂ اتمام کو بھی پہنچی ہے۔ اور رسالت کا سلسلہ بند ہی نہیں ہوا کہ رتبۂ تکمیل کو بھی پہنچا ہے۔ اسی اتمامِ نبوّت اور تکمیلِ رسالت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ کا دورِ رسالت تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ اور آپؐ کی بعثت کے بعد سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان آپؐ کی اُمّتِ دعوت میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کو جو معجزہ عطا ہوا یعنی قرآن مجید وہ بھی ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا ہے۔ بخلاف بقیہ انبیاء و رُسُل کے جن کے معجزات صرف اُن کی حیاتِ دُنیوی ہی تک محدود تھے ؛

اس حقیقت پر پوری اُمّت کا اجماع ہے کہ اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں۔ تاہم آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ جسے تحدّی یعنی CHALLENGE کے ساتھ پیش فرمایا گیا، وہ قرآنِ حکیم ہی ہے۔ البتّہ یہ امر کہ قرآن کن کن پہلوؤں اور اعتبارات سے معجزہ ہے، علماء و محققین کے مابین بحث و جستجو کا موضوع رہا ہے اور اس موضوع پر بہت سی مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور اعجازِ قرآنی کا ایک حد درجہ روشن پہلو یہ بھی ہے کہ خود اس موضوع کا احصاء و احاطہ بھی ممکن نہیں ہے ــــــ تاہم اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ قرآنِ حکیم کا اسلوبِ بیان بھی اس کے اعجاز کا ایک اہم مظہر ہے ؛

واضح رہے کہ قرآنِ حکیم کا اسلوب عام انسانی تصنیفات و تالیفات کے اسلوب سے یکسر مختلف ہے، اور اس کی سورتیں ہرگز ابواب یا -CHAPT

ERS - کی حیثیت نہیں رکھتیں اور جو لوگ عام انسانی تصنیف و تالیف کے اسلوب کو مدِّنظر رکھ کر قرآن کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ خود بھی سخت الجھن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بقدرِ استعداد دوسروں کو بھی مغالطوں میں مبتلا کرنے کا سبب بن جاتے ہیں ——— !!

یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ اگرچہ قرآن نوعِ انسانی کے نام اللہ کا ابدی اور سرمدی پیغام ہے - تاہم اس نے فطری و منطقی طور پر اس اسلوب کا لبادہ اوڑھا ہے جو زمانہ و علاقۂ نزول کے ظروف و احوال سے مناسبت رکھتا تھا - عرب میں نزولِ قرآن کے زمانے میں کلام کے تین معروف اسلوب پائے جاتے تھے ایک شعر و قصیدہ ، دوسرے خطبہ و خطاب اور تیسرے کاہنوں وغیرہ کا اندازِ کلام ——— اور ان تینوں ہی اصناف میں کوشش ہوتی تھی کہ کلام مسجع بھی ہو اور مُقفّٰی بھی - یعنی الفاظ میں شان و شوکت اور شکوہ و تمکنت بھی موجود ہو اور ایک صوتی آہنگ بھی پایا جائے - ان میں سے شعر و قصیدہ میں وزن، بحر اور ردیف کی پابندیوں کے باعث تکلّف کا پایا جانا لازمی ہے - پھر یہی تکلّف تصنّع کو جنم دیتا ہے، اور بالآخر یہ تصنّع شعر و شاعری اور اس بازار کے تمام دکانداروں، اور گاہکوں یعنی شاعروں اور اُن کے ہم نشینوں، مدّاحوں اور پیروؤں سب کی سیرتوں اور شخصیتوں میں سرایت کر جاتا ہے - چنانچہ یہی ہے وہ حقیقت جسے قرآنِ حکیم نے سورۂ شعراء میں حد درجہ فصاحت و بلاغت اور اختصار و جامعیت کے ساتھ اِن الفاظ میں بیان فرمایا کہ :

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ○ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ○ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ○

"یعنی شاعروں کا اِتّباع تو گمراہ لوگ کرتے ہیں - کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں ، اور کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں !"

اور اس ضمن میں اگرچہ قرآن نے ایمان اور عملِ صالح کے حامل شعراء کو مستثنیٰ کیا ہے، تاہم استثناء تو استثناء ہی ہوتا ہے - اس سے قاعدۂ کُلیہ باطل نہیں ہوتا - وہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے ——— یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ یٰسین میں

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ (ہم نے انہیں شعر کہنا نہیں سکھایا، اس لئے کہ وہ ہرگز ان کے شایانِ شان نہیں ہے!) ——— رہا کاہنوں کا کلام تو وہ اُن سے بھی چار قدم آگے ہے۔ اس لئے کہ اس میں بھی نہ صرف یہ کہ تکلّف و تصنّع درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہوتا تھا۔ بلکہ مزید برآں بات واضح یعنی "مُبین" نہیں بلکہ گول ہول، اور ذوالمعنیین ہی نہیں ذوالمعانی ہوتی تھی۔ یعنی بہت سے مختلف ہی نہیں متضاد احتمالات کی حامل ——— ان دونوں اسالیب کو ترک کر کے قرآن نے مروّجہ اسالیب میں سے خطبہ کے اسلوب کو اختیار کیا، جس میں خطیب اپنے مخاطبین کو کسی خاص بات پر آمادہ کرنا اور کسی خاص رُخ پر لے چلنا چاہتا ہے۔ گویا اُس کے کلام میں ایک مقصدِ معیّن موجود ہوتا ہے اور اگرچہ اس میں وہ الفاظ کے حُسن اور شان و شوکت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے اور صوتی آہنگ کو بھی لیکن بس اس حد تک کہ نہ تو مفہوم و معنی میں ابہام و گنجلک پن پیدا ہو اور نہ ہی تکلّف و تصنّع کی جھلک نظر آئے۔ اور کلام کی لذّت و حلاوت کو سامع اپنے قلب کی گہرائیوں میں تو ضرور محسوس کرے لیکن اس میں انہماک اتنا نہ ہو کہ کلام کے مقصد ہی سے غفلت ہو جائے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ صفات ہیں جو تمام کی تمام بتمام و کمال قرآن کے اسلوبِ بیان میں موجود ہیں ؂

پھر چونکہ اس کلام کا متکلّم خالقِ ارض و سماوات بھی ہے اور فاطرِ فطرت بھی، لہٰذا اس کے کلام میں جہاں: کَلَامُ الْمُلُوْکِ مُلُوْکُ الْکَلَامِ ؂ کے مصداق شاہانہ اندازِ تخاطب موجود ہے وہاں فطرتِ انسانی کی گہرائیوں میں اُتر جانے کی صلاحیت بتمام و کمال موجود ہے۔ اور ایک سلیم الفطرت انسان تو اس کو پڑھتے ہوئے ایسے محسوس کرتا ہے کہ جیسے یہ اس کی اپنی فطرت کی ترجمانی اور اس کے اپنے دل کی آواز ہو، بقول شاعر ؎

دیکھنا تقریر کی لذّت جو اُس نے کہا ——— میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے!

اسی حقیقت کو امام ابنِ قیّم رحمہ اللہ نے اس طرح بیان کیا کہ: "قرآن کے بعض پڑھنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسے پڑھتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ صحف

میں سے نہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ اپنے لوحِ قلب پر کندہ تحریر پڑھ رہے ہیں!"
قرآن کی تاثیر کا یہ وہ پہلو ہے جو انسانی اسالیبِ بیان سے بالکل ماوراء ہے اور جسے کسی انسانی حساب کتاب کے دائرے میں معین نہیں کیا جا سکتا۔
اس صحبت میں جو چند باتیں عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے انہیں قرآن مجید نے حد درجہ ایجاز و اعجاز کے ساتھ سورۃ الحاقہ کی ان آیات میں بیان فرمایا:
فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (توقسم ہے مجھے ان سب اشیاء کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو اور اُن جملہ حقائق کی بھی جو تمہاری آنکھوں سے پنہاں ہیں!"۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ط (یقیناً یہ قرآن سنایا ہوا ہے ایک رسولِ کریم کا!) یعنی کلام تو ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا لیکن اسے سنایا ہے ایک رسولِ کریمؐ نے جس کا مصداقِ اوّل ہیں حضرت جبریل علیہ السّلام اور مصداقِ ثانی ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ (اور نہیں ہے یہ کسی شاعر کا کلام، لیکن کم ہی ہو تم ماننے والے!) وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (اور نہ ہی ہے یہ کسی کاہن کا کلام، لیکن کم ہی ہو تم یاد دہانی اور نصیحت اخذ کرنے والے!)۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (بلکہ یہ تو اُتارا ہوا ہے اُس کا جو تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے!) ——— اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات تھی جو ولید بن مغیرہ نے کہی تھی کہ لوگو! میں نے بہت سے شاعروں کی صحبت اٹھائی ہے اور میں اُن کے کلام کو پرکھ سکتا ہوں لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو پیش کر رہے ہیں وہ شاعری ہرگز نہیں۔ اسی طرح میں نے سب کاہنوں کا کلام بھی سُنا ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیش کردہ قرآن ہرگز اُن کے کلام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ گویا یہ حقیقت اس پر پوری طرح منکشف ہو گئی تھی کہ قرآنِ حکیم کسی انسان کا کلام نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ وہ بدبخت اپنی سرداری اور سرمایہ داری کے تحفظ کے پیشِ نظر کفر پر اڑا رہا اور ہدایت سے محروم رہ گیا۔ اَعاذنا اللہ من ذالک ط

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

۲- قرآن مجید کی سُورتوں کے نام

اَحْمَدُہٗ وَ اُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۰ اَمَّا بَعْد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ۰ ـــ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۰

قرآن مجید کل ایک سوچودہ سورتوں پر مشتمل ہے اور ہر سورت آیات پر مشتمل ہے، جن کی تعداد میں بڑا فرق و تفاوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے چھوٹی سورتیں وہ ہیں جو تین تین آیات پر مشتمل ہیں اور حُسنِ اتفاق سے اُن کی تعداد بھی تین ہی ہے۔ یعنی سورۃ العصر، سورۃ الکوثر، اور سورۃ النّصر۔ جب کہ تعدادِ آیات کے اعتبار سے مکّی سورتوں میں سب سے بڑی سورت، سورۂ شعراء ہے جس میں دو سو ستائیس (۲۲۷) آیات ہیں اور مدنی سورتوں میں سب سے بڑی سورت سورۂ بقرہ ہے۔ جس میں دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں۔

آیت کہتے ہیں نشانی اور دلیل کو، اور اِس میں اشارہ ہے اس حقیقت کی جانب کہ قرآن مجید کی ہر آیت اللہ تعالیٰ کے علم کامل اور حکمتِ کاملہ کی بیّن دلیل اور روشن نشانی ہے۔ جب کہ سورت کا لفظ سُور سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں فصیل یا شہرپناہ۔ اور اس میں رہنمائی ہے اس حقیقت کی طرف کہ قرآنِ حکیم کی ہر سورت گویا علم و حکمت کا ایک شہر ہے جس کے گرداگرد فصیل کھنچی ہوئی ہے۔ اور اس طرح پورا قرآن گویا خالقِ ارض و سما اور مالک الملک کے علم و حکمت کا ایک وسیع و عریض ملک ہے جس میں بڑے بڑے شہر بھی آباد ہیں اور چھوٹی چھوٹی آبادیاں بھی! ـــ

واضح رہے کہ قرآنِ حکیم کی ان سورتوں کو عام انسانی تصانیف پر قیاس کرتے ہوئے ابواب یا فصول یا CHAPTERS سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ دراصل ان میں سے ہر سورت ایک مکمل کتاب کا درجہ رکھتی ہے، اور ان میں علوم و معارف اور معانی و مفاہیم کا پورا پورا شہر آباد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نام بھی اِلّاماشاءاللہ مضامین کی مناسبت سے نہیں ہیں بلکہ محض علامت کے طور پر ہیں جیسے کہ اسمائے علَم ہوتے ہیں جن میں بالعموم معانی کا لحاظ نہیں ہوتا۔ گویا البقرہ محض بطورِ علامت

نام رکھ دیا گیا ہے، اس سورت کا جس میں ذبح بقرہ کے متعلق تاریخ بنی اسرائیل کا ایک اہم واقعہ مذکور ہے۔ اور آلِ عمران کا ذکر آیا ہے وَقِسْ علیٰ ذالک ؛

علامت کے تعین کے ضمن میں سب سے آسان اور سہل صورت یہ رہی ہے کہ جن سورتوں کا آغاز حروفِ مقطّعات سے ہوا ہے، ان میں سے جن کے آغاز میں ایک ایک حرف آیا ہے، ان کے نام انہی پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ اور حُسنِ اتفاق سے ایسی سورتیں بھی تین ہی ہیں یعنی سورۂ صٓ، سورۂ قٓ اور سورۂ نٓ — اس طرح جن سورتوں کے آغاز میں دو دو حروفِ مقطّعات آئے ہیں ان میں سے بھی دو ان ہی سے موسوم ہیں یعنی سورۂ یٰسین اور سورۂ طٰہٰ — یہ سہولت ظاہر ہے کہ ان سورتوں کے ناموں کے ضمن میں کام نہیں آسکتی جن میں یا تو ایک ہی جیسے حُروفِ مقطّعات آئے ہیں جیسے "حٰمٓ" اور "الٓمٓ" سے چھ چھ سورتوں کا آغاز ہوا ہے، لہٰذا اُن کے نام ان حروفِ مقطّعات پر نہیں رکھے جا سکے — اگرچہ حٰمٓ اور الٓمٓ سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے ایک ایک میں آیتِ سجدہ موجود ہے، لہٰذا ان کے نام "حٰمٓ السجدہ" — اور "الٓمٓ السجدہ" یا صرف سورۂ سجدہ رکھ دیئے گئے۔ اسی طرح جن سورتوں کے آغاز میں چار چار یا پانچ پانچ حروفِ مقطّعات آئے ہیں ان کو بھی اگر ان ہی سے موسوم کیا جاتا تو ان کے نام طویل بھی ہو جاتے اور ثقیل بھی، لہٰذا ان کو دوسرے ناموں سے موسوم کر دیا گیا۔ اس طرح قرآن مجید کی اِن اُنتیس سورتوں میں سے بھی جو حروفِ مقطّعات سے شروع ہوتی ہیں، صرف چھ یا سات کو ان سے موسوم کیا جا سکا ؛

باقی سورتوں کی عظیم اکثریت کا معاملہ وہی ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے یعنی یہ کہ ہر سورت میں سے کوئی ایک لفظ بطورِ علامت لے لیا گیا اور وہی اس سورت کا نام قرار پایا۔ اس ضمن میں بھی اکثر و بیشتر سورت کے پہلے ہی لفظ کو اس کا نام قرار دے دیا گیا ہے یا پہلی آیت سے نام اخذ کر لیا گیا ہے۔ سورۂ صٰفّٰت، سورۂ ذاریات، سورۂ طُور، سورۂ نجم، سورۂ رحمٰن، سورۂ حاقّہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نازعات، سورۂ عبس، سورۂ فجر، سورۂ شمس، سورۂ لیل، سورۂ ضحیٰ، سورۂ تین، سورۂ

عادیات، سورۂ قارعہ، سورۂ عصر، مقدم الذکر قسم کی اہم مثالیں ہیں اور سورۂ مومنون سورۂ فرقان، سورۂ قمر، سورۂ واقعہ، سورۂ مجادلہ، سورۂ منافقون، سورۂ طلاق، سورۂ تحریم، سورۂ ملک، سورۂ معارج، سورۂ نوح، سورۂ تکویر، سورۂ انفطار، سورۂ مطففین، سورۂ بروج اور سورۂ طارق وغیرہ مؤخر الذکر کی نمایاں ہے۔

بقیہ سورتوں میں سے اکثر کے نام سورت کے کسی بھی حصے میں وارد شدہ آیت کے کسی لفظ سے ماخوذ ہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ یہ کیفیت سورۂ فاتحہ کے سوا قرآن کے نصفِ اوّل یعنی پہلے پندرہ پاروں میں وارد شدہ تمام سورتوں میں پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی سورتوں میں صفاتی نام — یعنی ایسے نام جو اُن کے مضامین یا خواص پر دلالت کریں، بہت کم ہیں۔ بہرحال ان میں ایک سب سے زیادہ شاندار مثال تو ہے سورۂ فاتحہ کی جس سے قرآن کا آغاز ہوتا ہے، اور الفاتحہ کے معنی ہیں "کھولنے والی" یعنی قرآن کی افتتاحی سورت یا "THE OPENING — SURAH OF THE QURAN"۔ اس سورۂ مبارکہ کے اور بھی بہت سے نام ہیں اور وہ سب کے سب صفاتی ہیں اور اس کی عظمت و جامعیت کی جانب رہنمائی کرتے ہیں جیسے اُمّ القرآن، اساس القرآن، الکافیہ، الشافیہ وغیرہ۔

ایسی ہی ایک دوسری مثال قرآنِ حکیم کی آخری سورتوں میں بھی ہے۔ یعنی سورۂ اخلاص جو توحید خالص کا ایک عظیم خزانہ ہے اور اللہ کے لئے بندے کے خلوص و اخلاص کی کامل ضمانت! — اسی طرح قرآنِ حکیم کی سورتوں کے جوڑوں کو بھی صفاتی نام دیئے گئے ہیں جیسے بالکل آغاز میں "الزّھراوین" کے نام سے موسوم کیا آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران کو، یعنی دو انتہائی روشن اور تابناک سورتیں اور اسی اُصول پر قرآن کی آخری دو سورتوں کو موسوم کیا گیا "المعوّذتین" کے نام سے، اس لئے کہ ان دونوں میں تعوّذ کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کی ایک اور مثال ہے "المسبّحات" کا نام جو اِن سورتوں کو دیا گیا جن کے آغاز میں تسبیح باری تعالیٰ کا ذکر ہے جیسے سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابن — اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتابِ حکیم سے ذہنی مناسبت اور قلبی محبت عطا فرمائے، اور اس کے علم اور عمل دونوں سے بھرپور طور پر بہرہ اندوز ہونے کی توفیق عطا فرمائے:

جاثیہ، شوریٰ،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۰

۲- قرآن کا دوسرا اہم نام :

'الفُرقان'

قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ کلام میں متکلّم کی جملہ صفات کا عکس موجود ہوتا ہے بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

"مثلِ حق پنہان وہم پیداست او زندہ و پائندہ و گویاست او"

(یعنی ذاتِ حق تبارک کی طرح اس کا کلام یعنی قرآن مجید بھی ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی اور زندہ و پائندہ بھی ہے اور گویا و متکلّم بھی -) چنانچہ اللہ تعالیٰ اور قرآنِ حکیم کے ناموں کے بارے میں بھی بعینہٖ یہی صورت پائی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ کے ناموں کا ویسے تو احاطہ ممکن ہی نہیں ہے - اس لئے کہ از روئے قرآن تمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں (قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی بنی اسرائیل ۱۱۰) تاہم قرآن و حدیث میں جو ننانوے ۹۹ نام اللہ کے وارد ہوئے ہیں وہ سب کے سب بالاتفاق صفاتی ہیں، سوائے ایک نام یعنی اللہ کے، جس کے بارے میں دو رائیں پائی جاتی ہیں یعنی یہ کہ بعض حضرات کے نزدیک یہ بھی صفاتی نام ہے جو 'اِلٰہ' پر لامِ تعریف داخل کرنے سے بنا ہے - جب کہ بعض محققین کے نزدیک یہ اسم جامد ہے اور خالق ارض و سماء کا اسم ذات یعنی "عَلَم" ہے — بالکل اسی طرح قرآن مجید کے نام بھی بعض علماء نے تو نوّے ۹۰ تک گنوا دیئے ہیں - جبکہ ثقہ علماء مثلاً علامہ ابو المعالی ؒ نے پچپن ۵۵ گنوائے ہیں، اور یہ سب کے سب صفاتی نام ہیں جن میں سے چھ نہایت اہم اور اساسی نوعیّت کے حامل ہیں یعنی القرآن، الفرقان، الذکر، الہدیٰ، الکتٰب، التنزیل - اور ان میں سے بھی ایک نام تو وہ ہے جو تقریباً اسم علم کے درجے کو پہنچ گیا ہے یعنی القرآن - چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کم از کم اڑسٹھ ۶۸ بار اسے اسی نام سے موسوم کیا ہے —

باقی ناموں میں ہر اعتبار سے اہم ترین اور موزوں ترین نام الفرقان ہے۔
فرقان فرق سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں دو یا دو سے زائد چیزوں کو اس طرح جدا جدا کر دینا کہ وہ بالکل ممیز ہو جائیں اور ان کے مابین کسی کھچے کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ فرقان فعلان کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے یعنی حق و باطل اور صحیح و غلط کے مابین فرق و امتیاز کے اعتبار سے آخری حد کو پہنچی ہوئی چیز، یہ ایک باطنی وصف اور وہبی ملکہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ کسی شخص میں اللہ تعالیٰ حق و باطل کے مابین تمیز کرنے کی استعداد کو انتہائی درجے تک پہنچا دے۔ جیسے سورۂ انفال میں فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ط (یعنی اے اہلِ ایمان اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے اندر وہ باطنی بصیرت پیدا فرما دے گا جس سے تم کھرے اور کھوٹے کے مابین پوری تمیز کر سکو گے!)[1] اسی طرح کوئی واقعہ بھی اس کیفیت کا حامل ہو سکتا ہے کہ اُسے الفرقان قرار دیا جائے۔ جیسے کہ غزوۂ بدر جس میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی کیفیت انتہائی شدّت کو پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ قرآنِ حکیم نے یومِ بدر کو یوم الفرقان قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کتبِ سابقہ کی عظمت کے بیان میں بھی ہرگز بخل سے کام نہیں لیتا۔ چنانچہ اس نے دو مقامات پر تورات کو بھی الفرقان قرار دیا ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا: "وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝!" (اور یاد کرو جب ہم نے عطا فرمائی موسیٰؑ کو کتاب اور فرقان تاکہ تم ہدایت پاؤ!) ـــ یا جیسے سورۂ انبیاء میں فرمایا: "وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ" (اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو عطا فرمائی فرقان اور روشنی اور اہلِ تقویٰ کے لئے یاد دہانی!) ـ یہ اس لئے کہ اپنے دور کے ظروف و احوال اور اپنے زمانۂ نزول میں انسانی فہم و شعور کی سطح کے اعتبار سے یقیناً تورات بھی حق و باطل میں تمیز کے ضمن میں فیصلہ کُن تھی۔ البتہ یہ نکتہ غور طلب ہے کہ ان دونوں مقامات پر الفرقان

---

[1] حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے یہ باطنی وصف ودیعت فرمایا تھا اور اسی باطنی وصف کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فاروق کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔

کا لفظ اس طور سے آیا ہے کہ اس کی مرادِ واحد لازماً تورات نہیں ہے۔ بلکہ یہ امکان موجود ہے کہ اس لفظ کا مصداق وہ معجزات ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے۔ لیکن کلامِ الٰہی میں خود قرآن مجید کے لئے یہ لفظ اس شان کے ساتھ وارد ہوا ہے کہ اس کے مصداق کے بارے میں دو رایوں کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور اس سے مراد قطعی اور متعین طور پر صرف اور صرف قرآن مجید ہے۔ چنانچہ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز جو خود اسی نام یعنی الفرقان سے موسوم ہوئی، ان پُرشکوہ الفاظ سے ہوتا ہے: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (یعنی بڑی ہی بابرکت ہستی ہے جس نے اپنے بندے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر الفرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے خبردار کرنے والا بن جائے!)۔ ظاہر ہے کہ یہاں الفرقان کا لفظ متعیّن طور پر قرآن مجید کے لئے آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق و باطل کے درمیان فرق و امتیاز کا وصف قرآنِ حکیم میں اپنے نقطۂ عروج یعنی CLIMAX پر پہنچ گیا ہے بایں طور پر کہ وہ مجسّم الفرقان بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کے نزول کا ذکر اس قدر پُرشکوہ انداز میں ہوا کہ بہت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اسے نازل فرمایا۔ اور اس کا عبدِ کامل ہے وہ جس پر وہ نازل ہوا۔ گویا ایک طرف اُس ذات ستودہ صفات کی برکات کا ظہور بھی اس کتابِ حکیم کے نزول کے ضمن میں انتہائی شدّت کو پہنچ چکا ہے، جس نے اسے نازل فرمایا۔ اور دوسری طرف عبدیّتِ کاملہ کا ظہور بھی اس مقدّس ہستی کی صورت میں سامنے آگیا ہے، جس پر یہ نازل کیا گیا۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنھیں سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کی طرح اس سورۂ مبارکہ کی اس پہلی آیت میں بھی عبدہٗ قرار دیا گیا۔ یعنی اللہ کی عبدیّت کاملہ کا مظہرِ اتم و اکمل۔ اگرچہ ہم اُن کی عبدیّت کو اپنی عبدیّت پر قیاس نہیں کر سکتے۔ بقول علّامہ اقبال مرحوم ؎

"عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر ✲ ما سراپا انتظار، او منتظر!"

اِن تینوں کمالات یعنی اللہ کی برکات کے کمال کا ظہور بہ شکلِ نزولِ قرآن، کلامِ الٰہی کی صفتِ فرقانیّت کا ظہورِ کامل بصورتِ الفرقان اور عبادتِ الٰہی کے نقطۂ عروج کا اظہار بصورتِ شخصیّتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا منطقی نتیجہ ہے کہ: "رَسُولٌ مِّنَ

اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ‘‘ (البیّنہ) کے مصداق اب یہ رسولِ کامل و اکمل، فرقانِ کامل یعنی قرآن مجید کے ساتھ تمام جہانوں یا جہان کی تمام اقوام و ملل اور تا قیامِ قیامت جملہ ادوار و زمن کے لیے امام و ہادی، داعی و مبلّغ، شاہد و شہید، مربّی و مزکّی اور فی الجملہ تمام دُنیوی و اُخروی خطرات، اور خدشات سے خبردار کرنے والے بن گئے ہیں، فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کَثِیْرًا کَثِیْرًا ○ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

۴- سورۂ یوسف کی پہلی تین آیات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ۣ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

یہ سورۂ یوسف کی ابتدائی تین آیات ہیں، اور ان کا ترجمہ یہ ہے :-

’’الف لام را ، یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو بالکل واضح ہے۔ ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر اُتارا تاکہ تم اچھی طرح سمجھ سکو۔ (اے نبی!) ہم آپ کو ایک بہترین سرگذشت سُناتے ہیں اِس قرآن کے ذریعے جو ہم نے آپ پر وحی کیا ہے۔ یقیناً اس سے قبل آپ اِس سے ناواقف تھے!‘‘

قرآنِ حکیم میں دو ہی سورتیں ایسی ہیں جو از اوّل تا آخر کسی ایک ہی نبی یا رسول کے حالات پر مشتمل ہوں۔ ایک سورۂ یوسف اور دوسری سورۂ طٰہٰ اور ان دونوں کے مابین ایک عجیب تعلّق یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانے میں بنی اسرائیل مصر میں داخل ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں اُن کا مصر سے نکلنا ہوا، اور سورۂ یوسف میں از ابتدا تا انتہا حضرت یوسف علیہ السّلام کے حالات و واقعات کا بیان ہے اور سورۂ طٰہٰ میں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے حالات و کوائف

بیان ہوئے ہیں! مصحف میں سورۂ یوسف سے قبل دو سورتوں کا آغاز الف لام را کے حروفِ مقطّعات سے ہوا ہے، یعنی سورۂ یونس اور سُورہ ہُود ـــــ تینوں سورتوں میں حروفِ مقطّعات کے فورًا بعد قرآنِ حکیم کی عظمت اور جلالتِ شان کا ذکر ہے۔ پہلی دونوں سورتوں میں جن کے مابین نسبتِ زوجیّت بتمام وکمال موجود ہے، قرآن کے حاملِ حکمت ہونے کا بیان ہے، اگرچہ اسلوبِ بیان دونوں جگہ جدا ہے ـــــ گویا ع: "اِک پھُول کا مضمون ہو تو سورنگ سے باندھوں!" والا معاملہ ہے۔ لیکن سُورۂ یوسف میں قرآن کے ایک کتابِ مُبین ہونے کو واضح کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے مفہوم و مدلول کی جانب پوری وضاحت اور کمال قطعیّت و حتمیّت کے ساتھ رہنمائی کرتی ہے۔ اِس کا سبب غالبًا یہی ہے کہ اِس سُورت میں ایک طویل قصّہ بیان ہو رہا ہے اور اگرچہ قرآنِ حکیم نے اِس قصّے میں بھی جا بجا حکمت کے موتی بکھیر دیئے ہیں۔ لیکن قصّے کا اصل وصفِ مطلوب یہ ہوتا ہے کہ اس کے بیان میں اچ پچ یا ہیر پھیر نہ ہو۔ بلکہ واقعات کو اس طرح بیان کیا جائے کہ وہ ایک مسلسل لڑی کی کڑیاں معلوم ہوں۔ اور جہاں پیرایۂ بیان ایسا ہو کہ دلچسپی برقرار رہے اور سامع یا قاری کی پوری توجّہ اِس پہ مرتکز رہے وہاں بات مربوط و مسلسل بھی ہو اور مفید و نتیجہ خیز بھی ـــــ یہی سبب ہے کہ تیسری آیت میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے قصّے کو "اَحْسَنَ الْقَصَصِ!" قرار دیا گیا ہے: "اَحْسَنَ الْقِصَصِ!" نہیں فرمایا گیا۔ قِصَص قِصّہ کی جمع ہوتی اور اَحْسَنَ الْقِصَص کے معنی ہوتے بہترین قصّہ ـــــ جب کہ قَصَص مصدر ہے جس کے معنی ہیں بیان کرنا، اور اگرچہ بلاشبہ یہاں یہ مصدر بمعنی اسم آیا ہے اور مراد اس سے قصّہ ہی ہے۔ لیکن مصدر کے استعمال سے اشارہ ہو گیا کہ اس میں اصل حُسن بیان کرنے والے کے پیرایۂ بیان کا ہے۔ ورنہ اچھے سے اچھے قصّے کو بھی بھونڈے سے طرزِ بیان کر کے اُس کے سارے حُسن کو زائل کیا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں آغاز ہی میں قرآن کے 'مُبِیْن' ہونے پر زور دیا گیا۔

حُروفِ مقطّعات کے بارے میں صحیح رائے یہی ہے کہ اِن کے معنی و مفہوم کا قطعی و حتمی علم سوائے اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اور کسی کو نہیں ہے۔ اِس کے یہ معنی بہرحال نہیں ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک یہ بے معنی ہیں۔ یقینًا یہ معنی کے حامل بھی ہیں اور حکمت کے بھی۔ چنانچہ بہت سے حضرات نے اپنے اپنے ذوق اور اپنی اپنی کاوش

کی مناسبت سے اُن کے معانی و حِکَم کی جانب اشارے کئے ہیں۔ جیسے کہ خود صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ اُن کے نزدیک حروفِ مقطّعات پُورے پُورے جملوں کا مُخفّف ہیں۔ چنانچہ الف لام را مُخفّف ہے "اَنَا اللّٰہُ اَرٰی!" کا (یعنی مَیں اللہ دیکھ رہا ہوں!) واللہ اعلم۔ اسی طرح حال ہی میں ایک مصری محقّق جناب رشاد خلیفہ نے کمپیوٹر کے ذریعے اُن کی عددی معنویت کا ایک کھوج نکالا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں اپنی اپنی جگہ احتمالِ صحّت کے باوصف محض ظنّ و قیاس پر مبنی ہیں۔۔ صحیح بات یہی ہے کہ ان کے حتمی معنوں کا علم سوائے اللہ اور اُس کے رسول کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے ؂

دوسری آیت میں خطاب اہلِ عرب کی جانب ہے، کہ تم پر ہمارا یہ عظیم احسان ہے، کہ ہم نے اپنے آخری کلام اور ابدی ہدایت کاملہ کو تمھاری زبان میں نازل فرمایا تاکہ تمھیں اس کے کماحقہٗ فہم میں کوئی دُشواری پیش نہ آئے۔ اور اس کا نزُول تمھارے دل و دماغ پر بلاروک ٹوک ہو اور یہ تمھارے باطن میں اِس طرح سرایت کر جائے اور تمھارے وجود میں اِس طرح رچ بس جائے کہ تم ع۔ "قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن!" کے مصداق اس کی تعلیمات کا پیکرِ مجسّم بن جاؤ۔ اور اِس طرح اپنے وجود سے ایک عالمی اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ بن سکو، بقول علّامہ اقبالؔ مرحوم ؎

چوں بجاں در رفت، جاں دیگر شود ؂ جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

یہ آیت مبارکہ بڑے واشگاف الفاظ میں اعلان کر رہی ہے کہ قرآن مجید محلِّ تعقّل و تفکّر بھی ہے اور محلِّ تدبّر بھی۔ اور اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے الفاظ بجائے خود بھی معجزہ ہیں اور اُن کا بغیر سمجھے محض پڑھ لینا بھی فائدے سے بالکل خالی نہیں ہے، اور اس کا صوتی آہنگ بھی معجز نما ہے، اور اس سے بالکل غیر شعوری طور پر بھی روح کو غذا ملتی ہے۔ لیکن اِس کا اصل مقصدِ نزول تعقّل و تفکّر اور تفہّم و تدبّر ہے۔ بفحوائے الفاظِ قرآنی: "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا: (کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، یا کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں!) اور بفحوائے حدیثِ نبویؐ: یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَآءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ اَفْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ وَتَدَبَّرُوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

:"(اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بنا لینا، بلکہ اسے پڑھتے رہنا جیسے کہ اسے پڑھنے کا حق ہے۔ رات کے اوقات میں بھی اور دن کے اوقات میں بھی، اور اسے پھیلانا اور عام کرتے رہنا، اور اسے خوش الحانی سے پڑھ کر حظ اُٹھاتے رہنا، اور اس پر تدبّر کرتے رہنا تاکہ تم فلاح پاؤ!) ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ان تمام احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے! آمین ثمّ آمین ٭

تیسری آیت تمہید ہے حضرت یوسف علیہ السّلام کے قصّے کی، جسے یہاں "اَحْسَنَ الْقَصَصِ!" سے تعبیر فرمایا گیا۔ اِس لئے کہ اِس میں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تشریعی و تکوینی کے راز کھُلتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ یہ دُنیا نہ کوئی اتّفاقی حادثہ ہے نہ کسی کھلنڈرے کا کھیل اس کا ایک خالق و مالک ہے جس نے اسے بنا کر یونہی اندھیر نگری چوپٹ راج کی طرح بگٹٹ نہیں چھوڑ دیا ہے، بلکہ وہ اس کا حاکم بھی ہے اور مُدبّر بھی ـــ اور اس تدبیر میں اُس کے ارادہ و اختیار کے ایسے ایسے مظہر سامنے آتے ہیں کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، اور بے اختیار یہ الفاظ زبان پر آجاتے ہیں کہ: وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ (اللہ اپنے ارادے اور مشیّت کی تکمیل پر پوری قدرت رکھتا ہے لیکن اکثر لوگوں کو اِس کا فہم و ادراک حاصل نہیں!) ـــ واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام اور اُن کے حاسد بھائیوں کی سرگذشت کے پردے میں دراصل قریش کے ان لوگوں کو سبق دیا جا رہا ہے جو آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مخالفت اور عداوت میں اِس حد تک پہنچ گئے تھے کہ آپؐ کے قتل کی تدبیر کر رہے تھے کہ بے وقوفو! تم کیا اور تمھاری تدبیریں کیا، اصل فیصلہ اللہ کا ہے ـــــ اور وہ یہ ہے کہ: وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ٥ (اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا، خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو!) ـــــ اور جس طرح وہی بھائی جنھوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو چاہِ کنعان میں پھینک دیا تھا، ایک روز سرنگوں اور شرمسار ہو کر اُن کے سامنے کھڑے تھے ـــــ اِسی طرح وہ دن دُور نہیں کہ جنھیں قتل کرنے کے مشورے تم آج کل کر رہے ہو، فتحِ مکّہ کے دن تم اُن کے سامنے بالکل بے بس و لاچار حالت میں کھڑے ہوگے ـــــ اور اس وقت وہ تم سے وہی الفاظ کہیں گے جو حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے کہے تھے: لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (الآیۃ) : "آج کے دن میں تم سے

ملامت کا کوئی لفظ بھی نہیں کہنا چاہتا !" : اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ (المدیث)
"جاؤ تم سب آزاد ہو !"

آخری بات یہ فرمائی گئی کہ آج سے دو ڈھائی ہزار سال قبل کے جو حالات و واقعات اِس سورۂ مبارکہ میں اتنی وضاحت کے ساتھ بیان ہو رہے ہیں تو یہ کسی کا علمِ ذاتی ہے، نہ اِدھر اُدھر سے سنی سنائی معلومات، بلکہ اللہ کی وحی ہے جو وہ اپنے محبوب بندے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر کر رہا ہے۔ اور وہ خود بھی اِس وحی سے قبل اِن حالات سے ناواقف تھے۔ اِس مقام پر "غٰفِلِیْنَ ہے !" کا لفظ بظاہر بڑا ثقیل ہے اور آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تذکرے میں تو واقعتاً ہر مومن کے لئے بڑا بھاری ہے۔ لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت مضمر ہے۔ اور قرآن کا یہی وہ طرزِ بیان ہے جو آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک اور مقدّس شخصیت کے گرد ایک حصار بن گیا ہے —— جس کے ذریعے آپ کو وہ تحفّظ حاصل ہوگیا کہ آپؐ سے انتہائی محبّت اور عقیدت کے باوجود اُمّتِ محمّد علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام اِس غلُو سے محفوظ رہی جس میں دوسری اُمّتیں مبتلا ہوگئیں۔ چنانچہ یہود نے حضرت عُزیر علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا، اور نصاریٰ نے تو اِبنیّتِ مسیحؑ کے عقیدے کو اپنے دین کا اصل الاُصُول بنا ڈالا۔ ادھر بفضلہٖ تعالیٰ یہ حال ہے کہ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثاروں کو تو خدا کہنے والے پیدا ہوگئے، لیکن آپؐ کی شخصیت اِس سے محفوظ اور مامون و مصئون رہی —— فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ !

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَسَلَّمَ ط

کراچی میں مرکزی انجمن خدام القرآن کا ذیلی دفتر

نمبر ۱۴۴، سُنی بلڈنگ، مولانا حسرت موہانی روڈ پر قائم ہو چکا ہے، جو روزانہ ۵ بجے شام سے ۸ بجے شب تک کھلا رہتا ہے۔ نیز وہیں پر ہر جمعہ کو صبح ۹ تا ۱۲ درسِ قرآن و حدیث کی نشست ہوتی ہے ÷ خاکسار (قاضی) عبدالقادر ناظمِ دفتر

جماعتِ اسلامی

- کن مقاصد کے تحت قائم ہوئی تھی؟
- آزادی سے قبل اس کے نظریات کیا تھے؟
- قیامِ پاکستان کے بعد اس نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ اور
- اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

جماعت کے ماضی و حال کا ایک تاریخی تجزیہ جماعت کے سابق کارکن کے قلم سے

تحریکِ جماعتِ اسلامی

ایک تحقیقی مطالعہ

قیمت ۶ روپے

تالیف

ڈاکٹر اسرار احمد ایم اے ایم بی بی ایس

سابق ناظمِ اعلیٰ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان و امیر جماعت اسلامی منٹگمری

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ

کرنے کا اصل کام

قیمت ایک روپیہ

تالیف: ڈاکٹر اسرار احمد

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

قسط ۳

اعجازِ قرآن کی حقیقت و تصدیق

(بذریعہ کمپیوٹر)

از : غازی عُزیز ✤ محلہ شہنشاہ، اپر فورٹ، علی گڑھ (یو۔پی) انڈیا

(۸) قرآنِ کریم کا سہ حرفی مقطع طٰسٓمٓ | سابقہ دوحرفی مقطع طٰسٓ کے دونوں حروف 'ط' اور 'س' کی ان کی علی الترتیب سورتوں[6] کے مطابق جدا جدا تعداد[8] اور ان دونوں حروف کی تعداد کا حاصل جمع[9] ہم کو ایک نظر میں بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ اِس لئے اِس سہ حرفی مقطع میں ہم کو باقی ماندہ حرف 'م' کی تعداد دریافت کرنی ہے۔ یہ حرف 'م' صرف دو سورتوں میں بحیثیت مقطع بصورت طٰسٓمٓ استعمال ہوا ہے۔ جن کے نام سورۃ الشّعراء اور سورۃ القصص ہیں۔ اِن سورتوں کے شمار بالترتیب ۲۶ اور ۲۸ ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں حرف 'م' نوسو پچاس[950] مقامات پر استعمال ہوا جو کہ عدد اُنّیس[19] کا عدد پچاس[50] کے ساتھ مضاعف قطعی ہے (۱۹ × ۵۰ = ۹۵۰)، اس سے قبل ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حروف 'ط' اور 'س' کے مقامات کا حاصل جمع بھی عدد اُنّیس[19] کا عدد چھبّیس[26] کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے (۱۹ × ۲۶ = ۴۹۴) اس سے یہ منطقی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حرف 'م' کے مقامات کی تعداد اور حُروف 'ط' اور 'س' دونوں کے مقامات کی تعداد کے مجموعہ کو اگر باہم جمع کر دیا جائے تو جو کُل حاصل جمع ہوگا وہ بھی عددِ اُنّیس[19] کا ہی مضاعفِ قطعی ہوگا۔ جبکہ دونوں الگ الگ عدد اُنّیس[19] کے مضاعف قطعی ہیں۔ دونوں کو باہم جمع کرنے پر کل حاصل جمع ایک ہزار چار سو چوالیس[1444] آتا ہے :-

---

[6] ہر سورۃ کے نام اور ان کے شمار کی الگ الگ تفصیل کیلئے سابقہ مضمون "قرآن کریم کا دوحرفی مقطع طٰسٓ" ملاحظہ فرمائیں۔ مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو مضمون "قرآن کریم کا دوحرفی مقطع طٰسٓ"

[8] ط = ۱۰۷، س = ۳۸۷ [9] حاصل جمع = (۱۰۷ + ۳۸۷ = ۴۹۴)

(۹۵۰ + ۴۹۴ = ۱۴۴۴) جو عدد اُنیس¹⁹ کا عدد چھہتر کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے:-
(۱۹ × ۷۶ = ۱۴۴۴) اس طرح اس سہ حرفی مقطع اور "بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم" کے
مابین ریاضی نسبت (۱ : ۷۶) ہے ؛

مندرجہ بالا تفصیل تو صرف حرف 'م' کی بحیثیت مقطع بصورت طٰسٓمٓ تھی اب
حرف 'م' کو بحیثیت مقطع حروفِ مقطّعات کے ساتھ دیکھنا ہے۔ مطالعہ سے پتہ چلتا ہے
کہ مقطع 'م' مختلف حروفِ مقطّعات کے ساتھ سترہ¹⁷ قرآنی سورتوں میں استعمال ہوا ہے،
جن کے نام یہ ہیں : سورۂ بقرہ ، سورۂ آل عمران ، سورۂ اعراف ، سورۂ رعد، سورۂ شعرا،
سورۂ قصص ، سورۂ عنکبوت ، سورۂ رُوم ، سورۂ لقمان ، سورۂ سجدہ ، سورۂ مؤمن
سورۂ حم السجدہ ، سورۂ شوریٰ ، سورۂ زخرف ، سورۂ دُخان ، سورۂ جاثیہ اور سورہ احقاف
اِن کے شمار سورۃ بالترتیب ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱۳ ، ۲۶ ، ۲۸ ، ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۴۰ ،
۴۱ ، ۴۲ ، ۴۳ ، ۴۴ ، ۴۵ اور ۴۶ ہیں۔ ان سترہ سورتوں میں حرف 'م' آٹھ ہزار
چھ سو تراسی⁵¹ مقامات پر استعمال ہوا ہے جو کہ بذاتِ خود عدد اُنیس¹⁹ کا عدد چار سو ستاون⁴⁵⁷ کے
ساتھ مضاعفِ قطعی ہے : (۱۹ × ۴۵۷ = ۸۶۸۳) اگر اس حرف 'م' کے مقامات
کی تعداد کے ساتھ حروف 'ط' اور 'س' دونوں کے مقامات کے مجموعہ (جو ۱۰۷ + ۳۸۷ ،
۴۹۴ ہے) کو جمع کر دیا جائے تو جو کُل حاصل جمع ہوگا وہ عدد اُنیس¹⁹ کا لازمی طور پر مضاعفِ
قطعی ہوگا۔ دونوں کے جمع کرنے پر حاصل جمع نو ہزار ایک سو ستتر⁹¹⁷⁷ آتا ہے : (۴۹۴ +
۸۶۸۳ = ۹۱۷۷) جو عدد اُنیس¹⁹ کا عدد چار سو تراسی⁴⁸³ کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے : (۱۹×
۴۸۳ = ۹۱۷۷) - اس طرح قرآنِ کریم کے اس سہ حرفی مقطع اور "بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم"
کے درمیان (۱ : ۴۸۳) کی ریاضی نسبت قائم ہے ؛

پس ہر دو صورت میں اس سہ حرفی مقطع طٰسٓمٓ کے قرآنی حروف اور مختلف سورتوں
کے درمیان اُن کی تقسیم و ترتیب کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم واقعی ایک
قطعی اور تمام ریاضی اُصولوں سے نپی تُلی کتاب (CODE) ہے جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی
اختلاف یا نقص نہیں ہے۔ خود قرآن مجید میں اس امر کی شہادت موجود ہے :

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (الزمر) "ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی نہیں"

لـــه ہر سورۃ میں ہر حرف کی الگ الگ تفصیل کیلئے اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے خاکہ کا مطالعہ فرمائیں!

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے :

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ؕ (سورۃ النساء : ۸۲)	کیا لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے ؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی !

ظاہر ہے کہ جب یہ قرآن حکیم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اس میں کسی کمی یا خامی کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ ÷

(۹) قرآن کریم کا سہ حرفی مقطع الٓمٓ | یہ تین حرفی مقطع قرآن کریم کی آٹھ سورتوں کی ابتداء میں پایا جاتا ہے۔ اِن سُورتوں کے نام یہ ہیں : سورۂ بقرہ، سورۂ آلِ عمران، سورۂ اعراف، سورۂ رعد، سورۂ عنکبوت، سورۂ رُوم، سورۂ لقمان، اور سورۂ سجدہ۔ اور اُن کے شمار سورۃ بالترتیب ۲، ۳، ۷، ۱۳، ۲۹، ۳۰، ۳۱ اور ۳۲ ہیں۔ اِن آٹھ سورتوں میں حرف 'ا' کی کل تعداد بارہ ہزار تین سَو بارہ [۱۲۳۱۲] [۱] حرف 'ل' کی کل تعداد آٹھ ہزار چار سَو ترانوے [۸۴۹۳] [۱] اور حرف 'م' کی کُل تعداد پانچ ہزار آٹھ سو اکہتر ہے [۱]۔ اِن تینوں حروف کی تعداد کا کل میزان چھبّیس ہزار چھ سو چھہتّر ہے : (۱۲۳۱۲ + ۸۴۹۳ + ۵۸۷۱ = ۲۶۶۷۶) جو عدد اُنیس [۱۹] کا عدد ایک ہزار چار سو چار کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے : (۱۹×۱۴۰۴ = ۲۶۶۷۶)۔ اس طرح اس مقطع اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم" کے درمیان ریاضی نسبت (۱ : ۱۴۰۴) ہے۔ اِن حروف کی تعداد جداگانہ طور پر بھی عدد اُنیس [۱۹] کی بالترتیب اعداد چھ سَو اڑتالیس [۶۴۸]، چار سَو سینتالیس [۴۴۷] اور تین سَو نو [۹] کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے :—

(۱۹ × ۶۴۸ = ۱۲۳۱۲)، (۱۹ × ۴۴۷ = ۸۴۹۳) اور (۱۹ × ۳۰۹ = ۵۸۷۱) ÷

مندرجہ بالا تفصیل اس سہ حرفی مقطع سے متعلق صرف آٹھ قرآنی سورتوں کی روشنی میں مرتّب کی گئی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حروف بحیثیت مقطع مختلف حروفِ مقطعات کے ساتھ اِن آٹھ سورتوں کے علاوہ کچھ اور سورتوں میں بھی ملتے ہیں۔ مثلاً حرف 'ا' تیرہ سورتوں کی ابتدا میں پایا جاتا ہے، جن کے نام مندرجہ بالا آٹھ سورتوں کے علاوہ یہاں درج کئے جاتے ہیں :- سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ ابراہیم، اور سورۂ حجر۔ اِن سورتوں کے شمار

---

[۱] ہر سورۃ میں ہر حرف کی الگ الگ تفصیل کیلئے اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے خاکہ کا مطالعہ فرمائیں

بالترتیب ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ ہیں۔ اِن تیرہ[۱۳] قرآنی سورتوں میں حرف 'ا' سترہ ہزار[۱۷۴۹۹] چار سو ننانوے[۱] مقامات پر پایا جاتا ہے۔ حرف 'ل' بھی تیرہ سورتوں کی ابتداء میں پایا جاتا ہے جن کے نام اور شمار سورۃ بھی وہی ہیں جو کہ حرف 'ا' کے لئے اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ اِن تیرہ سورتوں میں حرفِ 'ل' گیارہ ہزار سات سو اسّی مقامات[۲] پر استعمال ہوا ہے۔ اور حرف 'م' سترہ قرآنی سورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ جن کے نام مذکورہ بالا آٹھ سورتوں کے علاوہ یہاں درج کئے جاتے ہیں: سورۂ شعراء، سورۂ قصص، سورۂ مؤمن، سورہ حٰمٓ السجدہ، سورۂ شوریٰ، سورۂ زخرف، سورۂ دخان، سورۂ جاثیہ، اور سورۂ احقاف۔ اِن کے شمار بالترتیب: ۲۶، ۲۸، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ اور ۴۶ ہیں۔ اِن سترہ سورتوں میں حرف 'م' کل آٹھ ہزار چھ سو تراسی[۳] جگہ استعمال ہوا ہے۔ یہ تعداد جداگانہ اور یہ عدد انّیس[۱۹] کی بالترتیب نو سو اکیس[۹۲۱]، چھ سو بیس[۶۲۰] اور چار سو ستاون[۴۵۷] کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہیں۔ (۱۹ × ۹۲۱ = ۱۷۴۹۹)، (۱۹ × ۶۲۰ = ۱۱۷۸۰)۔ اور (۱۹ × ۴۵۷ = ۸۶۸۳)۔ جب ہم ان تینوں مقطّعات کی تعداد کو باہم جمع کرتے ہیں تو حاصل جمع سینتیس ہزار نو سو باسٹھ[۳۷۹۶۲] ہوتا ہے۔ (۱۷۴۹۹ + ۱۱۷۸۰ + ۸۶۸۳ = ۳۷۹۶۲) جو عدد انّیس[۱۹] کا عدد ایک ہزار نو سو اٹھانوے کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے: (۱۹ × ۱۹۹۸ = ۳۷۹۶۲) اس طرح اس سہ حرفی مقطع اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے مابین (۱ : ۱۹۹۸) کی ریاضی نسبت قائم ہے۔

یہ ایک اہم مقام ہے جہاں پیغمبرِ خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیثِ مبارک قطعی صادق ثابت ہوتی ہے۔ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"...... میں تم کو بتا دوں کہ یہ الٓمٓ ایک حرف (ENTITY) نہیں ہے بلکہ 'ا' ایک الگ حرف ہے 'ل' ایک الگ حرف اور 'م' ایک الگ حرف ہے[۴]..... الخ"

ان حروفِ مقطّعات کی آزاد حیثیت اس حدیثِ نبوی کی روشنی میں اظہر من الشمس ہے۔

جب ہم ان حروفِ مقطّعات کے مختلف مرکبات مثلاً الٓمٓ، الٓرٰ، الٓمٓرٰ، اور الٓمٓصٓ وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان مقطّعات کی آزاد حیثیت (INDEPENDE-NT-NATURE) کے ساتھ ساتھ ان حروف کی خصوصی ترتیب و نظم اور ایک دوسرے

۱؎، ۲؎، ۳؎، ۵؎: ہر سورۃ میں واقع تمام حروف کی الگ الگ تعداد کی تفصیل کیلئے اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے خاکہ کا مطالعہ فرمائیں۔

کے ساتھ ان کے ریاضیاتی ربط وتعلق ═══ (MATHEMATICAL RELATION)
کا بھی انکشاف ہوتا ہے ؛

(۱۰) قرآنِ کریم کا سہ حرفی مقطع الٓر | یہ سہ حرفی مقطع قرآن پاک کی پانچ سورتوں کی ابتدا میں پایا جاتا ہے، جن کے نام سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ ابراہیم اور سورۂ حجر ہیں اور اُن کے شمار بالترتیب ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴ اور ۱۵ ہیں۔ قرآنِ کریم کے حروفِ مقطّعات کی آزاد حیثیت اور اُن کے آپس میں ایک دوسرے سے ریاضیاتی ربط و ترتیب بہتر طریقہ پر ایسے مرکّبات میں ظاہر ہوتی ہے جن میں ایک سے زائد مقطّعات شامل ہوں۔ ان پانچ سورتوں میں حرف 'ا' کی کل تعداد پانچ ہزار ایک سو ستاسی ۵۱۸۷ ہے جو کہ جداگانہ طور پر عدد اُنّیس ۱۹ کا دوسو تہتّر کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے: (۱۹ × ۲۷۳ = ۵۱۸۷) اور حرف 'ل' کی کل تعداد تین ہزار دوسو ستاسی ۳۲۸۷ ہے جو عدد اُنّیس ۱۹ کا عدد ایک سو تہتّر کے ساتھ جداگانہ طور پر مضاعفِ قطعی ہے: (۱۹ × ۱۷۳ = ۳۲۸۷) لیکن حرف 'ر' کی اِن پانچ سورتوں میں تعداد ایک ہزار اٹھانوے ۱۰۹۸ ہے جو جداگانہ طور پر عدد اُنّیس ۱۹ کا مضاعفِ قطعی نہیں ہے۔ چنانچہ منطقی اصول کی رُو سے اِن تینوں حروف کا حاصل

سے محمد بن مصلح الدّین مصطفیٰ القوجوی، محی الدّین المعروف بشیخ زاده المدرس الرومی متوفی ۹۵۱ھ اس حدیث نبویؐ کو اس طرح نقل کرتے ہیں: وما روی ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انّہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قال من قرأ حرفا من کتاب اللّٰہ فلہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالہا لا اقول 'الٓمٓ' حرف بل 'ا' حرف و 'ل' حرف و 'م' حرف فالمراد بہ غیر المعنی الذی اصطلح علیہ فان تخصیص الحروف بہ ...... الخ (حاشیہ شیخ زاده الجزؤ الاوّل مطبوعہ ترکیہ ص۵۶)۔ مشہور مفسّرِ قرآن القاضی البیضاوی اس کو اس طرح لکھتے ہیں "...... وھو انہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قد حکم علیہا بالحرفیۃ حیث قال الف حرف ولام حرف ومیم حرف ...... الخ" (تفسیر القاضی البیضاوی)۔ مجد الدین محمد بن یعقوب المتوفی ۸۱۷ھ اسی حدیث نبویؐ کو بروایت حضرت ابن مسعودؓ، اس طرح نقل کرتے ہیں: فإنّ اللّٰہ یأجرکم بکل حرف عشر حسنات۔ أمَا إنی لا أقول: الٓمٓ عشر، ولکن ألف، ولام، ومیم ثلاثون حسنۃ (بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز ص۵۹ مطبوعہ مصر وھکذا فی الترغیب والترھیب)

جمع : (۵۱۸۷ + ۳۲۸۷ + ۱۰۹۸ = ۹۵۷۲) بھی عدد اُنّیس ۱۹ کا مضاعفِ قطعی نہ ہوگا : (۱۹ × ؟ = ۹۵۷۲) اس لئے اِس مقطع اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۵" کے مابین کوئی ریاضی نسبت بھی نہیں ہوگی ؛

مزید تحقیقات سے واضح ہوجاتا ہے کہ حرف 'ر' بحیثیت مقطع سورۂ رعد (شمار سورۃ ۱۳) میں بھی ایک سو سینتیس ۱۳۷ مقامات پر موجود ہے اور اگر اس کو مذکورہ بالا پانچ سورتوں کے حرف 'ر' کی کُل تعداد میں جمع کر دیا جائے تو اس حرف کا حاصل جمع جداگانہ طور پر عدد اُنّیس ۱۹ کا مضاعفِ قطعی ہوگا۔ اِس حرف کا حاصل جمع ایک ہزار دو سو پینتیس ۱۲۳۵ ہے : (۱۳۷ + ۱۰۹۸ = ۱۲۳۵) جو عدد اُنّیس ۱۹ کا عدد پینسٹھ ۶۵ کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے :- (۱۹ × ۶۵ = ۱۲۳۵)۔ اور اسی طرح تینوں حروف یعنی 'ا' - 'ل' اور 'ر' کے قابل تضاعف (MULTIPLIC ABLE) مقامات کو جمع کیا جائے تو حاصل جمع نو ہزار سات سو نو ۹۷۰۹ آتا ہے (۵۱۸۷ + ۳۲۸۷ + ۱۲۳۵ = ۹۷۰۹) جو عدد اُنّیس ۱۹ کا عدد پانچ سو گیارہ ۵۱۱ کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے : (۱۹ × ۵۱۱ = ۹۷۰۹) اِس لئے اس مقطع ، اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۵" کے درمیان : (۱ : ۵۱۱) کی ریاضی نسبت قائم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سورۂ رعد میں موجود حرف 'ر' کی تعداد کو کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ، ورنہ ان حروف کے درمیان جو ریاضیاتی ربط ، نظم و ترتیب قائم ہے وہ قائم نہ رہے گی۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حرف 'ر' کی حامل تمام سورتوں کا شمار کیا گیا ہے اور اس سے قابلِ قدر نتیجہ برآمد ہوا ہے تو کیوں نہ دوسرے مقطعات یعنی 'ا' اور 'ل' کی حامل تمام سورتوں کی تعداد کا بھی شمار کیا جائے اور نتیجہ کا مطالعہ کیا جائے ؟

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حرف 'ا' تیرہ ۱۳ سورتوں میں موجود ہے۔ اور اس کی کل تعداد سترہ ہزار چار سو ننانوے ۱۷۴۹۹ ہے[1]، جب کہ حرف 'ل' بھی انہی تیرہ سورتوں میں موجود ہے لیکن اس حرف کی تعداد گیارہ ہزار سات سو اسّی ۱۱۷۸۰ ہے[2]۔ یہ دونوں حروف کی تعداد جداگانہ طور پر بھی عدد اُنّیس ۱۹ کا مضاعفِ قطعی ہیں اور مجموعی طور پر بھی[3]۔ برائے تحقیق و جستجو ہم تینوں حروف

[1، 2] : ہر سورۃ میں ہر حرف کی الگ الگ تفصیل کیلئے اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے خاکہ کا مطالعہ کریں

[3] : دونوں حروف کے جداگانہ مضاعف : برائے مقطع 'ا' (۱۹ × ۹۲۱ = ۱۷۴۹۹) برائے مقطع 'ل' (۱۹ × ۶۲۰ = ۱۱۷۸۰) اور دونوں حروف کی تعداد کا مجموعہ : (۱۷۴۹۹ + ۱۱۷۸۰ = ۲۹۲۷۹) اور مجموعہ کا مضاعفِ قطعی : (۱۹ × ۱۵۴۱ = ۲۹۲۷۹) ؛

مقطّعات یعنی 'ی'۔'ل' اور 'ث' کی ان تعداد کو جمع کر رہے ہیں تاکہ اُن کے مجموعہ کو عدد اُنّیس[۱۹] کی مضاعفی کسوٹی پر پرکھ سکیں۔ تینوں مقطّعات کا مجموعہ اس طرح ہے: (۱۷۴۹۹+ ۱۱۷۸۰ + ۱۲۳۵ = ۳۰۵۱۴) اور یہ مجموعہ عدد اُنّیس کا عدد ایک ہزار چھ[۱۶۰۶] سو چھ کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے: (۱۹ × ۱۶۰۶ = ۳۰۵۱۴) اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس سہ[۳] حرفی مقطع اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۝" کے درمیان ریاضی نسبت (۱ : ۱۶۰۶) ہے۔ اس سے ہمارا پچھلا قولِ مزید مستند ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم کے حروف مقطّعات اپنی آزاد حیثیّت رکھنے کے باوجود بھی آپس میں ایک مخصوص ریاضیاتی ربط و ترتیب (MATHEM-ATICAL RELATION AND ORDER) کے حامل ہیں ؀

(۱۱) قرآنِ کریم کا سہ[۳] حرفی مقطع عٓسٓقٓ | یہ سہ حرفی مقطع قرآنِ کریم کی صرف ایک سورت میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الشّوریٰ اور اُس کا شمار سورۃ ۴۲ ہے۔ اس سورۃ میں حرف 'ع' ننانوے[۹۹] مقامات پر حرف 'س' ترپن[۵۳] مقامات پر اور حرف 'ق' ستاون[۵۷] مقامات پر استعمال ہوئے ہیں۔ اگر ان حروف کے جداگانہ مضاعف دیکھے جائیں تو پہلے دو حروف 'ع' اور 'س' کی تعداد کے عدد اُنّیس[۱۹] کے ساتھ مضاعف قطعی حاصل نہیں ہوتے (۱۹ × ؟ ≠ ۹۹) اور (۱۹ × ؟ ≠ ۵۳) جب کہ تیسرے حرف 'ق' کی تعداد کا عدد اُنّیس[۱۹] کے ساتھ مضاعف قطعی حاصل ہوتا ہے: (۱۹ × ۳ = ۵۷) اور اگر ان حروف کی تعداد کے جداگانہ مضاعفِ قطعی نہ دیکھے جائیں بلکہ ان تینوں حروف کی تعداد کا مجموعہ ۲۰۹ ہے: (۹۹+۵۳ + ۵۷ = ۲۰۹) اس طرح اس سہ حرفی مقطع اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۝" کے مابین (۱ : ۱۱) کی ریاضی نسبت ثابت ہے ؀

قرآنِ کریم کے مزید مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سورۃ الشّوریٰ کے علاوہ حرف 'ع' سورۂ مریم میں موجود ہے، جس کا شمار سورۃ ۱۹ ہے۔ اس سورۃ میں حرف 'ع' ایک سو بائیس[۱۲۲] مقامات پر موجود ہے۔ اگر سورۃ الشّوریٰ اور سورۂ مریم کے حرف 'ع' کی تعداد کو باہم جمع کر دیا جائے تو مجموعہ دو سو اکیس[۲۲۱] آتا ہے: (۹۹ + ۱۲۲ = ۲۲۱) یہ مجموعہ بھی عدد اُنّیس کا کسی عدد کے ساتھ مضاعفِ قطعی نہیں ہے[لے]۔ اسی طرح حرف 'س'، سورۃ الشّوریٰ کے علاوہ سورۃ الشّعراء، سورۃ النّمل، سورۃ القصص اور سورۂ یٰسٓ میں پایا جاتا ہے۔ ان سورتوں کے شمار بالترتیب ۲۶، ۲۷، ۲۸، اور ۳۶ ہیں۔ ان چار سورتوں میں حرف

لے مجموعہ کا مضاعف قطعی دیکھا جائے تو مضاعف بلاشبہ حاصل ہو جاتے ان تینوں حروف کی تعداد

لے: (۱۹ × ؟ ≠ ۲۲۱)

'س'، تین سو چونتیس[334] مقامات پر پایا جاتا ہے۔ سورۃ الشوریٰ کے حرف 'س' اور اُن چار سورتوں کے حرف 'س' کی تعداد کو باہم جمع کرنے پر مجموعہ تین سو ستاسی[387] آتا ہے: (۳۳۴ + ۵۳ = ۳۸۷) اور یہ مجموعہ بھی اتفاقاً عدد اُنّیس[19] کا کسی سالم و فطری عدد کے ساتھ مضاعفِ قطعی نہیں[56] ہے۔ ٹھیک اسی طرح حرف 'ق' سورۃ الشوریٰ کے علاوہ سورۃ القلم میں بھی پایا جاتا ہے، جس کا شمار سورۃ ۶۸ ہے۔ سورۃ القلم میں حرف 'ق' ستاون[57] مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ سورۃ الشوریٰ اور سورۃ القلم کے حرف 'ق' کی تعداد کو باہم جمع کرنے پر مجموعہ ایک سو چودہ[114] آتا ہے: (۵۷ + ۵۷ = ۱۱۴) جو یقیناً عدد اُنّیس[19] کا عدد چھ کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے: (۱۹ × ۶ = ۱۱۴)۔ اور حرف 'ق' کی یہ مجموعی تعداد قرآنِ حکیم کی کُل سورتوں کی تعداد کے مساوی بھی ہے اور جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ اِس حرف 'ق' سے مراد یقیناً قرآن ہے۔ کیونکہ قرآنِ حکیم ہی ایک سو چودہ[114] سورتوں پر مشتمل ہے
یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حروف 'ع' اور 'س' کے مضاعف قطعی عدد اُنّیس[19] کے ساتھ کسی صورت میں حاصل نہیں ہوتے، جب کہ حرف 'ق' کے مضاعفِ قطعی عدد اُنّیس[19] کے ساتھ ہر دو صورتوں میں بآسانی حاصل ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم مزید تحقیق کے طور پر یہ کوشش کریں کہ اس دوسری صورت میں بھی پہلی صورت کی طرح دو غیر مضاعفی اعداد کے ساتھ ایک مضاعفی عدد کو جمع کر کے ایک مضاعفی حاصل جمع حاصل کر لیں تو اس کوشش سے ایک ومی کُلیّہ اُبھر کر سامنے آ جائے گا، جس سے حروفِ مقطّعات کی آزاد حیثیت اور ان کی باہمی ریاضیاتی ربط و ترتیب بھی ثابت ہو جائے گی۔ جس کو ہم پہلے بھی کئی بار ثابت کر چکے ہیں۔
و غیر مضاعفی اعداد کے ساتھ تیسرے مضاعفی عدد کا حاصل جمع اِس دوسری صورت ں سات سو بائیس[722] ہے: (۲۲۱ + ۳۸۷ + ۱۱۴ = ۷۲۲) اور یہ حاصل جمع اپنے پ کو عدد اُنّیس[19] کا عدد اڑتیس[38] کے ساتھ مضاعفِ قطعی ثابت کر کے ہماری مندرجہ لا کوشش کو اس صورت سے ثمر آور کرتا ہے: (۱۹ × ۳۸ = ۷۲۲) پس "بسم اللہ لرّحمٰن الرّحیم ۝" اور اس سہ حرفی مقطع کے درمیان (۱ : ۳۸) کی ریاضی نسبت واقع ہو

(۱۲) قرآن کریم کا چہار حرفی مقطع الٓمّٓصٓ | یہ چہار حرفی مقطع صرف ایک سورت میں پایا جاتا ہے جس کا نام سورۃ الاعراف اور جس کا شمار سورۃ : ۷ ہے۔ اگر چہ اس چہار حرفی مقطع کے ہر جزو کا اس سے قبل مطالعہ کیا جا چکا ہے، مثال کے طور پر حروف

---

۵۶ (۱۹ × ؟ ≠ ۳۸۷)

’ا‘۔’ل‘ اور ’م‘ کا مطالعہ زیرِ سرخی ”قرآنِ کریم کا سہ حرفی مقطع ’الٓمٓ‘!“ اور حرف ’ص‘ کا مطالعہ جداگانہ طور پر زیرِ سرخی ”قرآنِ کریم کا ایک حرفی مقطع صٓ!“ کیا جاچکا ہے۔ سابقہ مطالعہ میں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مقطع الٓمٓ سے شروع ہونے والی تمام سورتوں[1] میں، بشمول سورۃ الاعراف، واقع حروف ’ا‘۔’ل‘ اور ’م‘ کی کُل تعداد[2] کا مجموعہ عدد[3] اُنّیس ۱۹ کا مضاعف قطعی[4] ہے اور جداگانہ طور پر بھی اِن حروف کی تعداد عدد اُنّیس ۱۹ کی مضاعفِ قطعی[5] ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ ’الٓمٓ‘ مقطع سے شروع ہونے والی سورتوں کا ہی اس ضمن میں مطالعہ کیا گیا ہو بلکہ ہر اس سورت کا مطالعہ[6] کیا گیا ہے کہ جس میں یہ حروف ’ا‘۔’ل‘ اور ’م‘ موجود ہیں۔ ان تمام سورتوں پر تدبّر و تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ان حروف کی تعداد[8] جداگانہ طور پر بھی عدد اُنّیس کی مضاعف ہیں اور اُن کا حاصل جمع[9] بھی عدد اُنّیس ۱۹ کا مضاعفِ قطعی[10] ہے۔ اسی طرح حرف ’ص‘ کے متعلّق ثابت ہوچکا ہے کہ جن جن سورتوں[11] میں یہ حرف موجود ہے ان تمام میں واقع اس حرف کی تعداد[12] کا کُل جمع[13] بھی عدد اُنّیس ۱۹ کا مضاعف[14] ہے۔

لیکن چونکہ یہ چہار حرفی مقطع صرف ایک سورۃ الاعراف (شمار سورۃ ۷) میں ہی پایا جاتا ہے، اس لئے ہم کسی مزید تحقیق سے قبل اس مقطع کے ہر حرف کا مطالعہ اسی سورۃ کی روشنی میں کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس سورۃ میں حرف ’ا‘ دو ہزار پانچ سو بہتّر ۲۵۷۲ مقامات پر حرف ’ل‘ ایک ہزار پانچ سو تئیس ۱۵۲۳ مقامات پر حرف ’م‘ ایک ہزار ایک سو پینسٹھ ۱۱۶۵ مقامات پر اور حرف ’ص‘ اٹھانوے ۹۸ مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ ان چاروں حروف کی تعداد انفرادی طور پر عدد اُنّیس ۱۹ کی مضاعفِ[15] قطعی نہیں ہیں۔ لیکن اگر ہم ان چاروں غیر مضاعفی اعداد کو باہم جمع

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ اور ۱۰: تفصیل کیلئے زیرِ سرخی ”قرآنِ کریم کا سہ حرفی مقطع ’الٓمٓ‘!“ مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔ نیز اگر ہر سورت میں واقع ہر حرف کی الگ الگ تعداد کی تفصیل مطلوب ہو تو اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے خاکہ کی مدد حاصل کریں۔

۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴: تفصیل کیلئے زیرِ سرخی ”قرآنِ کریم کا یک حرفی مقطع صٓ!“ مضمون کا مطالعہ فرمائیں، نیز اگر ہر سورۃ میں اس حرف کے مقامات کی الگ الگ تعداد سے دلچسپی ہو تو اس مضمون کے اختتام پر دیئے گئے خاکہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۵ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

کردیں تو مقامِ تعجب ہے کہ اُن کا حاصل جمع ایک مضاعفی عدد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے : (۲۵۷۲ + ۱۵۲۳ + ۱۱۶۵ + ۹۸ = ۵۳۵۸) اس سے قبل ہم دیکھ چکے ہیں کہ دو غیر مضاعفی اعداد میں ایک مضاعفی عدد کو جمع کرنے پہ حاصل جمع مضاعفی حاصل ہوا تھا لیکن یہاں پہ خوبی کی بات یہ ہے کہ چاروں اعداد غیر مضاعفی ہونے کے باوجود بھی آپس میں جمع ہونے پر ایک مضاعفی عدد دیتے ہیں۔ یہ حاصل شدہ مجموعہ (پانچ ہزار تین سو اٹھاون [۵۳۵۸]) عدد اُنیس [۱۹] کا عدد دو سو بیاسی [۲۸۲] کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے : (۱۹ × ۲۸۲ = ۵۳۵۸)
اس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؐ اور اس چہار حرفی مقطع کے درمیان (۱ : ۲۸۲) کی ریاضی نسبت ثابت ہے۔ ؛

یہاں ایک بار پھر ہم کو قرآنِ کریم کے ریاضیاتی کوڈ (MATHEMATICAL-CODE) کی مربوط صفت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اب جب کہ ہم سورۃ الاعراف میں پائے جانے والے حروف : 'ا'-'ل'-'م' اور 'ص' کی تعداد کے حاصل جمع کو عدد اُنیس [۱۹] کا مضاعفِ قطعی ثابت کر چکے ہیں، ضرورت اس امر کی محسوس ہوتی ہے کہ قرآنِ کریم میں یہ مقطّعات جن جن سورتوں میں موجود ہیں، اُن کی کل تعداد کے ریاضیاتی ربط و ترتیب کی بھی انہی خطوط پہ تحقیق کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو یاد ہوگا کہ حرف 'ا' تیرہ [۱۳] سورتوں [۱۶] میں سترہ ہزار چار سو ننانوے [۱۷۴۹۹] مقامات [۱۷] پر موجود ہے۔ حرف 'ل' بھی تیرہ [۱۳] سورتوں [۱۸] میں گیارہ ہزار سات سو اسّی [۱۱۷۸۰] مقامات [۱۹] پر موجود ہے۔ حرف 'م' سترہ سورتوں [۲۰] میں آٹھ ہزار چھ سو تراسی [۸۶۸۳] مقامات [۲۱] پر موجود ہے اور حرف 'ص' تین سورتوں [۲۲] میں ایک سو باون [۱۵۲] مقامات [۲۳] پر موجود ہیں۔ اتفاق سے ان چاروں حروف کے کل مقامات کی کل تعداد انفرادی طور پر بھی عدد اُنیس [۱۹] کا [۲۴] مضاعفِ قطعی ہیں، اور مجموعی طور پر بھی۔ تمام حروف کا مجموعہ اڑتیس ہزار ایک سو چودہ [۳۸۱۱۴] ہے : (۱۷۴۹۹ + ۱۱۷۸۰ + ۸۶۸۳ + ۱۵۲ = ۳۸۱۱۴)

۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ : سورتوں کے نام، سورتوں کے علی الترتیب شمار اور ہر سورت میں ہر حرف کی الگ الگ تعداد کی مکمّل تفصیل کیلئے اس مضمون کے آخر میں دیئے گئے خاکہ کی طرف رجوع فرمائیں ؛ (حاشیہ صفحہ گذشتہ مندرجہ ذیل ہے)

۱۵ چاروں حروف کی انفرادی طور پر غیر مضاعفی صورت : برائے مقطع 'ا' (۱۹ × ؟ ≠ ۲۵۷۲)، برائے مقطع 'ل' (۱۹ × ؟ ≠ ۱۵۲۳)، برائے مقطع 'م' (۱۹ × ؟ ≠ ۱۱۶۵) اور برائے مقطع 'ص' (۱۹ × ؟ ≠ ۹۸)

جو عدد اُنّیس[۱۹] کا عدد دو ہزار چھ[۲۰۰۶] کے ساتھ مضاعف قطعی ہے : (۱۹ × ۲۰۰۶ = ۳۸۱۱۴) —
پس مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ : "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝" اور اس چہار حرفی مقطع کے درمیان
(۱ : ۲۰۰۶) کی ریاضی نسبت قائم ہے :

'قرآن کے سہ حرفی مقطع عٓسٓقٓ' کے زیر عنوان مضمون میں ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دو غیر مضاعفی اعداد کے ساتھ ایک مضاعفی عدد کا حاصل جمع مضاعفی ثابت ہوا ہے اور پھر اس کے بعد اسی 'قرآنِ کریم کے چہار حرفی مقطع الٓمٓصٓ' کے زیر سرخی ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ چار غیر مضاعفی اعداد کے باہم جمع کرنے پر ایک مضاعفی عدد پیدا ہوا - یہاں پر ایک اور نیا انکشاف ہوتا ہے کہ جہاں چار غیر مضاعفی اعداد کے مجموعہ سے ایک مضاعفی عدد پیدا ہوتا ہے - وہیں چار مضاعفی اعداد کے مجموعہ سے بھی ایک مضاعفی عدد پیدا ہوتا ہے - پس تحقیق کہ ان چاروں حروف کا مجموعہ بہر کیف و بہر طریق عدد اُنّیس[۱۹] کا مضاعف قطعی ہے ہم نے اس بیانِ عمومی کے لئے ہر اعتبار سے ان چاروں حروف کے حاصل جمع کو پرکھا ہے یعنی صرف سورۃ الاعراف میں بھی ، اُن سورتوں میں بھی جن میں سہ حرفی مقطع الٓمٓ موجود ہیں ، اُن سورتوں میں بھی جن میں حرف مقطع 'ص' موجود ہے ، اُن سورتوں میں بھی جن میں حرف 'ا' موجود ہے ، اُن سورتوں میں بھی جن میں حرف 'ل' موجود ہے ، ان سورتوں میں بھی جن میں حرف 'م' موجود ہے اور ان تمام سورتوں میں بھی جن میں یہ حروف مشترک ہیں

یہ قرآنِ کریم کا اچھوتا اعجاز ثابت کرتا ہے کہ یہ ہر اعتبار سے اکمل اور تمام نقائص سے پاک و صاف ہے - اِن تمام شواہد کی روشنی میں قطعیت کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے مکمل اور خوب نپے تلے ہونے پر کسی کلام کی گنجائش نہیں - اس کے کامل عین اور خوب نپے تلے ہونے پر تو خدا تعالیٰ خود سورۂ ہود میں شہادت دیتا ہے : الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝ ترجمہ : (کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ اور مفصّل ارشاد ہوئی ہیں ایک دانا اور باخبر ہستی کی طرف سے !) چنانچہ اہلِ اسلام کا اسی پر ایمان ہے - انہی شواہد کی روشنی میں ایک اور قابلِ قدر نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قرآنِ کریم یقیناً کلامِ الٰہی ہے اور تا حال ہر تحریف سے محفوظ و مامون ہے - کیونکہ اگر خدا نخواستہ اِن چودہ[۱۴۰۰] سَو سالوں میں کوئی تحریف ہوئی ہوتی تو آج ان حروف کے درمیان یہ ریاضیاتی ربط اور تعلق کسی طرح باقی نہیں رہ سکتا تھا - خدا تعالیٰ خود سورۃ الحجر میں اس کے محفوظ رکھنے کی ضمانت

لیتا ہے[۱] - نیز یہ کہ آج سے چودہ[۱۴۰۰] سو سال قبل اس طرزِ تحریر کا گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کجا کہ لکھنے کی کوشش کرتا - دنیا میں آج تک کوئی بھی ایسی کتاب لکھی نہیں گئی - تاریخ اس پہ 'دال' ہے اور نہ ہی تا قیامت لکھی جا سکتی ہے - خدا تعالیٰ خود اسی بات کو سورۂ بنی اسرائیل میں بیان فرماتا ہے : قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ ترجمہ : "(کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے ، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں !)" —— یقیناً یہ جن و انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے کہ اُس کے مثل اتنی کامل اور نقائص سے پاک کوئی دوسری کتاب پیدا کر سکیں - پس یہ ایک خارقِ عادت شئے ہوئی اور بایں سبب معجزہ کی تعریف کا اس پر لازماً اطلاق ہوگا - (معجزہ کی تعریف اِس مضمون کے چند ابتدائی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں !) ——!!

(۱۳) قرآنِ کریم کا چہار حرفی مقطع الٓمّٓرٰ | یہ چہار حرفی مقطع صرف ایک قرآنی سورۃ میں ملتا ہے جس کا نام سورۃ الرّعد ہے ، اور اس کا شمارِ سورت ۱۳ ہے - اس سورۃ میں حرف 'ا' چھ سو پچیس[۶۲۵] مقامات پر - حرف 'ل' چار سو اناسی[۴۷۹] مقامات پر - حرف 'م' دو سو ساٹھ[۲۶۰] مقامات پر اور حرف 'ر' ایک سو سینتیس[۱۳۷] مقامات پر موجود ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں اِن چاروں حروف کی تعداد انفرادی طور پر غیر مضاعفی ہیں :-

(۱۹ × ؟ ≠ ۶۲۵) ، (۱۹ × ؟ ≠ ۴۷۹) ، (۱۹ × ؟ ≠ ۲۶۰) اور (۱۹ × ؟ ≠ ۱۳۷)

لیکن چاروں حروف کا مجموعہ (ایک ہزار پانچ سو ایک[۱۵۰۱]) ایک مضاعفی عدد ہے - مجموعہ (۶۲۵ + ۴۷۹ + ۲۶۰ + ۱۳۷ = ۱۵۰۱) جو عدد اُنّیس[۱۹] کا عدد اناسی[۷۹] کے ساتھ مضاعف قطعی ہے : (۱۹ × ۷۹ = ۱۵۰۱) - پس اس چہار حرفی مقطع اور "بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم ۝" کے درمیان ریاضی نسبت (۱ : ۷۹) قائم ہے ؛

اگر ہم اِن حروف کو تمام ان سورتوں میں بھی دیکھیں جن میں یہ دوسرے مقطّعات کے ساتھ واقع ہیں تو مطالعۂ سابق کی طرح پتہ چلتا ہے کہ حرف 'ل' تیرہ[۱۳] قرآنی سورتوں میں

---

[۱] سورۃ الحجر آیت ۹ : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ترجمہ : "مدعا یہ ذکر تو ہم نے اس کو نازل کیا ہے ، اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں !"

سترہ ہزار چار سو ننانوے ۱۷۴۹۹ مقامات پر حرف 'ن'، تیرہ سورتوں میں گیارہ ہزار سات سو اسّی ۱۱۷۸۰ مقامات پر حرف 'م'۔ سترہ سورتوں میں آٹھ ہزار چھ سو تراسی ۸۶۸۳ مقامات پر اور حرف 'ہ' چھ سورتوں میں ایک ہزار دو سو پینتیس ۱۲۳۵ مقامات پر موجود ہیں۔ اِن چاروں حروف کا مجموعہ انتالیس ہزار ایک سو ستانوے ۳۹۱۹۷ ہے: (۳۹۱۹۷ = ۱۲۳۵ + ۸۶۸۳ + ۱۱۷۸۰ + ۱۷۴۹۹)

جو عدد اُنیس ۱۹ کا عدد دو ہزار تریسٹھ ۲۰۶۳ کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے: (۱۹ × ۲۰۶۳ = ۳۹۱۹۷) معلوم ہوا کہ اِس چہار حرفی مقطع اور "بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ۵" کے درمیان (۱ : ۲۰۶۳) کی ریاضی نسبت قائم ہے۔ مندرجہ بالا سورتوں میں پائی جانے والی اِن چاروں حروف کی تعداد بھی عدد اُنیس ۱۹ کے ساتھ انفرادی طور پر مضاعفِ قطعی ہیں ۸ــــــــ!!

اس چہار حرفی مقطع کی تحقیق میں بھی بالکل وہی نتائج برآمد ہوتے ہیں جو کہ اس سے قبل چہار حرفی مقطع 'المّص' کے مطالعہ میں برآمد ہوئے تھے، خواہ ہم صرف سورۃ الرّعد میں ان چاروں حروف کی تعداد کو جمع کر کے مضاعفی نتیجہ اخذ کریں یا تمام سورتوں میں ان چاروں حروف کی تعداد کو باہم جمع کر کے مطالعہ کریں یا ان حروف میں سے ہر ایک کو الگ الگ جمع کر کے مطالعہ کریں۔ بہر صورت جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ عدد اُنیس ۱۹ کے لازمی طور پر مضاعفِ قطعی ہوتے ہیں۔ اِس سے حروفِ قرآنی کی آزاد حیثیت، اُن کا ایک دوسرے سے اُصولی ربط اور اُن کے درمیان نظم و ترتیب سے بخوبی عیاں ہیں۔ ہم ان کی تفصیل کو یہاں دوبارہ نہیں لکھ رہے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی

۱، ۳، ۴، ۵ : تمام سورتوں کے نام، اُن کے شمار اور ان میں واقع ہر حرف کی جداگانہ تعداد کی تفصیل کیلئے زیرِ سرخی "قرآنِ کریم کا سہ حرفی مقطع المٓ" مضمون اور اختتام پر دیئے گئے خاکہ کو ملاحظہ فرمائیں ÷

۶، ۷، : تمام سورتوں کے نام، ان کے شمار اور ان میں واقع اس حرف کی جداگانہ تعداد کی تفصیل کیلئے زیرِ سرخی "قرآن کریم کا سہ حرفی مقطع الٓر!" مضمون اور اختتام پر دیئے گئے خاکہ کو ملاحظہ فرمائیں ÷ ۸ ہر حرف کی جداگانہ تعداد کے عدد اُنیس ۱۹ کے ساتھ مضاعف ہونے کی تفصیل کیلئے زیرِ سرخی "قرآن کریم کا سہ حرفی مقطع المٓر!" اور قرآن کریم کا سہ حرفی مقطع الٓر مضامین کو ملاحظہ فرمائیں ÷

خواہش ہو تو اس سے قبل والے مضمون کی طرف رجوع کرنا سود مند ہوگا۔

یہاں سورۃ الرّعد میں قابلِ توجہ اِن چار دال حروف کا مجموعہ (یعنی ایک ہزار پانچ سَو ایک) ہے۔ مجموعہ کے اِس عدد کے مقابلہ میں ۱۵۰۰ بظاہر زیادہ عمدہ اور کامل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ ظاہری طور پر کامل عدد مضاعفی خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔ ان دونوں عددوں کے درمیان صرف ایک حرف ہی خواہ وہ 'ل' ہو یا 'ل' یا 'م' یا 'ر' اصل اور فیصل کنندہ عدد (DECIDING 'FACTOR) ہے۔ اسی ایک حرف کے فرق سے حصول نتائج میں ایک زبردست فرق واقع ہوجاتا ہے۔ یہی وہ حرف ہے جو عدد ۱۵۰۰ میں شامل ہونے پر پورے مجموعہ کو عدد اُنیس ۱۹ کا مضاعفِ قطعی بنا دیتا ہے یا شامل نہ ہو کر اس کامل عدد کی مضاعفی صفت ختم کر دیتا ہے۔ اس مشاہدہ کی اہمیّت اس وقت مزید تابناک ہوجاتی ہے جب ہم قرآنِ کریم کے الفاظ کی خصوصی طرزِ تحریر کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے لکھنے کا ایک مخصوص انداز ہے، مثلاً صلات، حیات، زکات، مشکات اور بہت سے دوسرے الفاظ قرآنِ کریم میں عام عربی تحریر کے انداز پر نہیں لکھے گئے ہیں، بلکہ لفظ صلات کو صلٰوۃ، لفظ حیات کو حیوٰۃ، لفظ زکات کو زکوٰۃ اور لفظِ مشکات کو مشکوٰۃ لکھا گیا ہے۔ قارئین میں سے ہر ایک اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ الفاظ اپنے مخصوص انداز پر نہ لکھے جاتے تو قرآنِ کریم کے حروف کی ریاضیاتی ترتیب اور اُن کے ربط و نظم کی پوری عمارت ڈھیر ہوجاتی۔ یقیناً یہ خدا تعالیٰ کی حفاظتِ قرآن کا ہی نتیجہ ہے کہ ماضی قریب و بعید میں قرآن مجید کو عام عربی طرزِ تحریر کی جانے والی تمام کوششیں ناکام ہو کر رہ گئیں اور تاحال دُنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن کریم کے اپنے مخصوص اندازِ تحریر کے علاوہ کسی اور شکل میں موجود نہیں ۔

ان تمام معلومات کو اگر جمع کیا جائے تو صرف ایک جملہ میں اس تمام بحث کا خلاصہ بیان کیا جا سکتا ہے: "یہ پاک کتاب خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور کائنات اس کا فعل ہے"۔ اسی بناء پر جب ہم اس کتاب کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں مظاہرِ قدرت اور اس کتاب میں ایک باقاعدگی نظر آتی ہے۔ اسی بات کو خدا تعالیٰ نے خود قرآنِ کریم میں اس طرح بیان فرمایا ہے: مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ

خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ (سورۃ الملک : ۳، ۴)

"تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ۔ نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آوے گی!"

(۱۴) قرآن کریم کا پنج حرفی[۵] مقطع کہیعص | یہ پنج حرفی مقطع صرف ایک قرآنی سورۃ میں ملتا ہے، جس کا نام سورۂ مریم اور جس کا شمارِ سورۃ ۱۹ ہے۔ اس سورۃ میں حرف 'ک' ایک سو سینتیس[۱۳۷] مقامات پر، حرف 'ہ' ایک سو اڑسٹھ[۱۶۸] مقامات پر، حرف 'ی' تین سو پینتالیس[۳۴۵] مقامات پر۔ حرف 'ع' ایک سو بائیس[۱۲۲] مقامات پر اور حرف 'ص' چھبیس[۲۶] مقامات پر استعمال ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان حروف کی تعداد انفرادی طور پہ عدد اُنیس[۱۹] کی مضاعف نہیں ہیں: (۱۹ × ؟ ≠ ۱۳۷)، (۱۹ × ؟ ≠ ۱۶۸)، (۱۹ × ؟ ≠ ۳۴۵)، (۱۹ × ؟ ≠ ۱۲۲) اور (۱۹ × ؟ ≠ ۲۶) لیکن ان حروف کا حاصل جمع عدد اُنیس[۱۹] کا عدد بیالیس[۴۲] کے ساتھ مضاعفِ قطعی ہے۔ ان حروف کی تعداد کا حاصل جمع سات سو اٹھانوے[۷۹۸] ہے : ۱۳۷ + ۱۶۸ + ۳۴۵ + ۱۲۲ + ۲۶ = ۷۹۸) اور اس کا مضاعفِ قطعی : ۱۹ × ۴۲ = ۷۹۸) اس طرح اس پنج حرفی مقطع قرآن اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۝" کے درمیان (۱ : ۴۲) کی ریاضی نسبت پائی جاتی ہے ؛

اس عدد اُنیس[۱۹]، قرآن کریم کے تمام حروفِ مقطّعات اور "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۝" کے مابین جو خصوصی تعلّق (PECULIAR-RELATIONSHIP) ہے وہ ان تمام مقطّعات پر بلا کسی استثناء کے یکساں حاوی ہے یہ ریاضیاتی نسبتیں ہمیں پہلی بار قرآنِ کریم کے ان حروفِ مقطّعات کی اہمیّت (SIGNIFICANCE) کے بدقّتِ نظر مطالعے کی سہولت بہم پہنچاتی ہے۔ اکثر مفسّرین نے ان حروف پر کلام سے خاموشی اختیار کی ہے۔ اگرچہ بعض مفسّرین نے ان کی تفسیر میں قیاس آرائیاں بھی کی ہیں، مگر موجودہ معاشرہ بلا شواہد کسی بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس لئے ان قیاس ادائیگیوں کا اس حقیقت پسند معاشرہ میں کوئی معیار و مقام نہیں۔ بالفاظِ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے حروفِ مقطّعات ماضی کے چودہ سو[۱۴۰۰] سالوں تک ایک راز بنے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہماری نسل کی خوش نصیبی ہے کہ ہم نے اِن حروف میں پوشیدہ معجزاتِ عظیم کے

خزائن میں سے چند کا عینی مشاہدہ کر لیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ حروفِ مقطّعات اپنے اندر قرآن کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کے بے شمار و غیر متنازع فیہ دلائل و شواہد رکھتے ہیں اور اس بات کے بھی شواہد رکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم کو معمولی سی تحریف سے بھی آج تک قطعی طور پر محفوظ و مامون رکھا گیا ہے[۱]۔

جب ہم ان حروفِ مقطّعات کو دیکھتے ہیں اور جن سورتوں میں جن جگہوں پر یہ حروف واقع ہیں، ان مقامات کے گرد و نواح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ یہ حروف بے معنی نہیں بلکہ ذو معنی ہیں۔ تقریباً قرآن کریم کی سبھی سورتوں میں، جہاں یہ حروف استعمال ہوئے ہیں ان حروف کی اگلی آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "یہ اللہ کی وہ کتاب ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں[۲] اور یقیناً یہ پیغام انسانوں کے واسطے ہے!" جگہ جگہ ہم مخصوص قسم کے فرمانِ خداوندی سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ حروفِ مقطّعات ہی اپنے اندر اس امر کے کافی طبیعی اور غیر متنازع فیہ شواہد رکھتے ہیں کہ قرآن کریم بلاشبہ کلامِ الٰہی ہے۔ اس نتیجہ کی مزید توثیق اس وقت ہو جاتی ہے جب ہم ان سورتوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن کی ابتداء ان حروف سے نہیں ہوئی ہے۔ تقریباً ایسی تمام سورتوں کی ابتداء میں خدا تعالیٰ کا یہ خصوصی پیغام کہ "قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب ہے! نہیں پایا جاتا۔

قرآن کریم کے ان معجزاتِ عظیم، ان کی غیر مشتبہ و غیر مبہم تعلیمات و توضیحات، ان کے ہر گوشہ میں کامل توافق، کامل اتحاد، کامل آہنگی اور کامل وحدت اور اُن کی پرجلال شان و شوکت پر روشنی ڈالنے کے لئے محض الفاظ کا سہارا کافی نہیں۔ چنانچہ

---

[۱] وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (المائدہ : ۴۸) : "[پھر اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اُس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے!]"

[۲] مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ ۲:۱) : ترجمہ : "[الف - لام - میم، یہ اللہ کی کتاب ہے اِس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے پرہیزگاروں کے واسطے!]"

اِن چیزوں کو الفاظ کی مدد سے سمجھانا یا بیان کرنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے - اس کتاب کا ہر لفظ بلکہ ہر حرف نہایت با قاعدگی کے ساتھ، پُرپیچ اور دقیق ریاضی نظام کے مطابق اپنی مخصوص جگہ پر موجود ہے - ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ ہر حرف مختلف امتزاج (COMBIN-ATION) اور اپنی مخصوص حرفی ساخت (ALPHABATICAL STRUCTURE) کی مدد سے ایسے الفاظ اور جملے تیار کرتے ہیں جو لسانیات (LINGUISTICS) کی رُو سے نہایت معیاری (STANDARD) اور کامل ترین ہوتے ہیں - اور بنی نوعِ آدم تک ایک دائمی (PERPETUAL) پُرعمق اور پُر فضیلت پیغام پہنچاتے ہیں - اِن عظیم معجزات کو ایک نظر دیکھنے کے بعد خواہ کوئی شخص اپنی کج عقلی یا اپنی خوئے حق طلبی یا تعصّبِ بیجا کی بناء پر انہیں تسلیم نہ کرے - لیکن سورۃ الحشر (شمار سورۃ ۵۹) کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا :

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ	اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا
عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا	ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ	جارہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے

(سُورۃ الحشر : ۲۱)

اس بحث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قرآن کریم ہر لحاظ سے عظیم ہے - دُنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلے میں نہیں لائی جاسکتی - اپنی زبان، ادب، تعلیم و حکمت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے اور اپنے حروف کی ترتیب، نظم و ربط کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے جس وقت یہ نازل ہوا تھا اس وقت بھی انسان اس کے مانند کلام بنا کر لانے سے عاجز تھے اور آج بھی عاجز ہیں - اس کی کوئی بات کبھی کسی زمانے میں غلط ثابت نہیں کی جاسکی ہے نہ کی جاسکتی ہے - غلط ثابت کرنا تو درکنار، روز بروز اس میں بتائے گئے اشارے سائنس و ٹیکنالوجی کی مدد سے صحیح ثابت ہوتے جارہے ہیں - انسان جس قدر زیادہ چاہے اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اُسی قدر زیادہ وہ اس کو رہنمائی دیتا ہے - اس اعتبار سے یہ کریم بھی ہے اور مجید[1] بھی - مزید یہ کہ یہی ان ابدی اصولوں کا مخزن حقیقی ہے کہ جن کی بنیادوں پر کسی عالمگیر مملکت کی تعمیر ممکن ہوسکتی ہے[2] - (حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے !)

---

[1] مجید بمعنی بلند مرتبہ، باعظمت، بزرگ، صاحبِ عزیمت، صاحبِ عزّت و شرف اور کثیر العطاء؛

انبیاء علیہم السّلام کو معجزات عطا فرمانے میں خدا تعالیٰ کی ایک زبردست مصلحت یہ بھی تھی کہ اُن کی اُمّتیں اِن معجزات کو دیکھ کر ان انبیاء کی صداقت پر ایمان سے آئیں اور ان کے ذریعہ پھیلانے والی تعلیمات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ احکامات مان کر ان احکامات کی تعمیل کو اپنے اوپر لازم کرلیں اور اس لئے بھی کہ لوگ ان نشانیوں

حاشیہ۲ صفحہ گذشتہ :- اس حقیقت کی تائید میں چند حق گو اشخاص کے اقوال ذیل میں درج کئے جاتے ہیں : (۱) فاتحِ اعظم نپولین بوناپارٹ کا اعترافِ حقیقت : "مجھے اُمید ہے کہ وہ وقت دُور نہیں جب میں دُنیا کے تمام ملکوں کے دانشمندوں اور علماء کو جمع کروں گا اور دُنیا میں ایک ایسی عالمگیر عدل پرور مملکت قائم کروں گا جس کی بنیادیں قرآن مجید کے ابدی قوانین اور اصول پر مبنی ہوں گی۔ میرا یہ یقین ہے کہ قرآنِ پاک کے قوانین ہی انسانیت کے لئے سچے اصول ہیں اور نسلِ انسانی کی فلاح صرف قرآن کے نظامِ حیات میں ہے !" (بوناپارٹ اور اسلام مستقر شرقی مطبوعہ پیرس (فرانس) بحوالہ اخبار الجماعت کراچی مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۶۲ء)
(۲) مشہور عالم برنارڈ شا کا اعتراف : "میں تو کھلے اور صاف الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر آج دنیا کی حکومت اور ڈکٹیٹر شپ محمدؐ ایسے انسانِ کامل کے سپرد کر دی جائے تو آپؐ اس کرۂ ارض کے تمام مسائلِ حیات اور مشکلات کو اس طرح حل کریں گے کہ تمام دنیا امن وراحت کا گہوارہ بن جائے گی۔ ہر طرف مسرتوں اور خوش حالیوں کا دور دورہ ہوگا !" (اخبار الجماعت کراچی، مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۶۲ء صـ۶) ایک اور جگہ برنارڈ شا لکھتا ہے : "میں نے ہمیشہ ہی پیغمبر اسلام حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دین کو عزّت، عظمت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دین اسلام میں ایک بہت بڑی (روحانی) قوّت ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو دُنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ہر دَور اور ہر زمانہ کی رہنمائی کی اہلیّت رکھتا ہے !" (ایضًا)
(۳) مشہور مفکرۂ مشرق سروجنی نائیڈو کا اعتراف : "عدل وانصاف اسلام کا طرّۂ امتیاز ہے، کیونکہ جب میں قرآن مجید پڑھتی ہوں تو مجھے زندگی کے انقلاب آموز اُصول نظر آتے ہیں۔ ایسے اُصول جو فرضی اور خیالی نہیں بلکہ حقیقی اور عملی ہیں۔ ہاں ہاں ایسے پاکیزہ اصول جو ساری دنیا کے لئے زندگی کی فلاح وکامرانی کے رہنما اُصول ہیں !" (سروجنی نائیڈو کی تقریریں (آئیڈیلز آف اسلام) مطبوعہ مدراس صـ۱۶۷ بحوالہ اخبار الجماعت کراچی صـ۲۳ مورخہ ۱۴ راگست ۱۹۶۲ء) ؛

کو دیکھ کر اللہ سے خوف کھائیں اور اُسی کو اِلٰہِ واحد اور ربّ العالمین مان لیں۔ اسی بات کو قرآنِ کریم میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے :

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل : ۵۹) — ہم نشانیاں اسی لئے تو بھیجتے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر خوف کھائیں !

معجزات دکھانے کا ایک مدّعا یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کو دیکھ لینے کے بعد جب لوگ اُس کی تکذیب کرتے ہیں تو پھر ان پر نُزولِ عذاب واجب ہو جاتا ہے اور پھر ایسی قوم کو تباہ کر دیا جاتا ہے ۔ پچھلی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ متعدّد قوموں نے صریح معجزے دیکھنے کے بعد ان کو جھٹلایا اور پھر اس کی پاداش میں تباہ کر دی گئیں ؁

اب فیصلہ کُن مسئلہ یہ ہے کہ آج جب کہ ہمارے درمیان قرآن کریم ایک دائمی معجزہ کی صورت میں موجود ہے تو آیا ہم اس کی تعلیمات اور نشانیوں کو من وعن تسلیم کر کے خدا تعالیٰ کی وحدت و قدرتِ مطلق کا اعتراف کرتے ہیں یا پھر اپنی تباہ کاری اور اپنے اوپر نزولِ عذاب کا انتظار ۔ اگر ہم نے آخر الذّکر بات کا انتخاب کیا تو جان لینا چاہئے کہ پچھلی قوموں پر کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمّل نہیں فرمایا تھا ۔ مگر موجودہ قوم پر مکمّل فرما دیا ہے ۔ اس لئے موجودہ قوم پچھلی قوموں کی بہ نسبت زیادہ دردناک عذاب اور اپنے بدترین حشر کی مستحق اور خود ذمّہ دار ہوگی ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ؁

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

ضرور مطالعہ فرمائیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت
اور انقلابِ نبوی کا اساسی منہاج

تالیف : ڈاکٹر اسرار احمد

صفحات : ۶۴ ۔ سفید کاغذ ۔ عمدہ طباعت ۔ قیمت فی نسخہ : تین روپے

حضرت ابو شحمہ ابن عمرؓ کا صحیح واقعہ

از قلم :- مولانا محمد امین الاثری
صدر مدرس، مدرسہ لطیفیہ عربیہ، محلہ شیخان بالائے قلعہ، علی گڑھ

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حق پرستی، انصاف پروری، اجراء حدودِ الٰہی میں عزیز و بیگانہ کے ساتھ اُن کے یکساں برتاؤ کی روشن اور درخشاں حیثیت کو (ان کے فرزند ابو شحمہ) کے متعلق ایک بے بنیاد و بے اصل خود ساختہ واقعہ کے ذریعے منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے نظیر انصاف پروری اور عدل گستری آپ کے دورِ خلافت کے طریقِ کار یہ سب ایسے صحیح اور معتبر تاریخی روایات سے ثابت اور مشہور ہیں کہ ان کے بعد اس قسم کے گھڑے ہوئے قصّوں کے ذریعے اُن کی انصاف پروری اور دینی صلاحیت کو اُجاگر کرنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابو شحمہ کے متعلق قصّہ و داستان گو واعظین، غیر محتاط صوفیاء اور غیر محقق واقعہ نگاروں کی رنگ آمیزیوں کا رہینِ منّت ہے۔ اصل حقیقت کچھ اور ہے جو اُن کی رنگ آمیزیوں میں گم ہو کر رہ گئی اور حضرت ابو شحمہ کا پاک دامن غلط کاری کے مکروہ و معیوب دھبوں سے داغدار ہو گیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض مصنّفین نے ایک ایسے واقعہ کو جس کا تعلق برگزیدہ مقدّس ہستیوں سے ہے، تاریخ اور اُصول روایت کے مطابق چھان بین کئے بغیر شائع کر دیا ؎

اس واقعہ کے متعلق ماہرینِ فن اور معتبر و مستند مؤرخین کی تصریحات درج کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو اصل واقعہ معلوم ہو جائے اور یہ حقیقت اُن کے ذہن نشین ہو جائے کہ ابو شحمہ کا دامن معصیت کے داغ سے پاک و صاف ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے اپنی مشہور کتاب "اللآلی المصنوعہ

فی الاحادیث الموضوعہ !" میں اس قصّہ کو مختصر اور مطول دو طرح سے ذکر کیا ہے مختصر واقعہ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پچاس۵۰ کوڑے خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ سے مارے اور پچاس کوڑے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے —— علامہ سیوطیؒ نے اس واقعہ کے متعلق اپنا تحقیقی فیصلہ اور تحقیقی ریمارک یوں تحریر فرمایا ہے :

موضوع وضعه القصاص و	"یہ واقعہ سرتا پا بے اصل و بے بنیاد گھڑا
فی الاسناد من هو مجهول	ہوا ہے، جسے داستان گو واعظین نے بنایا

اور گھڑ لیا ہے۔ سلسلۂ سند میں نامعلوم اشخاص موجود ہیں !"

اور مطول قصّے کے بعد لکھتے ہیں :

موضوع فیه مجاهیل قال	"یہ گھڑی ہوئی اور بالکل بے سند بات
الدار قطنی حدیث مجاهد عن	ہے۔ سلسلۂ سند میں کئی نامعلوم افراد ہیں
ابن عباس فی حدیث ابی شحمه	دار قطنی کہتے ہیں کہ مجاہد کی وہ حدیث جو
لیس بصحیح وروی من طریق	ابن عباس سے ابو شحمہ کے بارے میں
عبد القدوس بن الحجاج عن	روایت کی جاتی ہے، صحیح نہیں ہے۔
صفوان عن عمر وعبد القدوس	عبد القدوس بن حجاج سے بھی یہ قصّہ مروی
کذاب یضع وصفوان بینه	ہے۔ لیکن یہ عبد القدّوس جھوٹا اور کذاب
وبین عمر رجال۔	ہے۔ حدیثیں خود اپنی طرف سے بنا بنا کر

بیان کرتا تھا، اور اس کے اوپر راوی صفوان اور عمر کے درمیان سلسلہ منقطع ہے۔"

علامہ محمد طاہر "تذکرۃ الموضوعات" صہ۱۸۰ میں لکھتے ہیں :

حدیث ابی شحمة ولد عمر	"ابو شحمہ ابن عمرؓ کا واقعہ زنا، ان پر حد
رضی الله عنه وزناه واقامة	جاری کرنا اور اس کی وجہ سے اُن کی موت
عمر علیه الحدود موته بطوله	یہ پورا قصّہ غلط ہے اور گھڑا ہوا ہے !"
لو یصح بل وضعه القصاص	الجہاد الانوار صہ۱۵۱ جلد سوم)
انتهی (وهکذا فی الفوائد المجموعه	
صہ۶۹ للعلامة الشوکانی والمجمع	

اصل واقعہ: علّامہ ابن سعد و علّامہ ابن الجوزی وغیرہم کی تصریحات کے مطابق واقعہ اس قدر ہے کہ ابوشحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں جہاد کی غرض سے تشریف فرما تھے۔ عرب میں نبیذ استعمال کرنے کا عام دستور تھا (کھجور یا کشمش شام کو پانی میں بھگو دیتے۔ صبح تک پانی میٹھا ہو کر شربت بن جاتا۔ صبح کے ناشتے یا کھانے کے ساتھ اس شربت کو استعمال کرتے۔ اسی طرح صبح کو بھگو دیتے اور شام کو کھانے کے ساتھ یہ شربت پیتے۔ اس شربت کو جس میں نہ کوئی خاص بُو پیدا ہوتی اور نہ ذرہ بھر نشّہ، نبیذ کہا جاتا ہے، جس کا استعمال باتفاق علماء جائز اور مُباح ہے خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اسے استعمال فرماتے تھے۔ (ابوداؤد صـ۱۶۲ ج ۲ - بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نشّہ کا شبہ اور گمان ہو جانے کے بعد جس کی خاص ظاہری علامتیں ہیں، نبیذ کا پینا حرام اور ممنوع ہے۔

حضرت ابوشحمہ رضؓ جو نہایت متورّع اور متدین شخص تھے، سُنّتِ نبویؐ کے مطابق نبیذ استعمال فرماتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ اس اطمینان کے بعد کہ نبیذ میں سُکر (نشّہ) کا اثر نہیں آیا ہے انہوں نے نبیذ استعمال کی۔ کچھ دیر کے بعد انہیں نشّہ کا معمولی اثر محسوس ہوا۔ شرعاً اُنہوں نے کوئی تقصیر نہیں کی تھی اس لئے ملامت یا تعزیر و حد کے مستوجب قطعًا نہ تھے، نہ دیانتًہ نہ قضاءً، لیکن غلبۂ خوفِ الٰہی اور غایتِ ورع و خشیتِ الٰہی کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو قصوروار سمجھا محض اس لئے کہ اس معاملے میں جس غایت درجہ احتیاط و اطمینان کی ضرورت تھی اُس سے انہوں نے کام نہ لیا۔ بہرکیف وہ حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) گورنر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ مجھ پر حدِّ شرعی جاری کی جائے۔ گورنر نے انھیں شرعی حکم سمجھاتے ہوئے حد جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ان کا دل مطمئن نہیں ہوا اور عرض کی کہ حد جاری کیجئے۔ ورنہ دربارِ خلافت میں رپورٹ کر دوں گا کہ عمرو بن العاص حُدودِ الٰہی کے جاری کرنے میں کمزور اور سُست ہیں۔ فاروقِ اعظمؓ کے جلال اور تصلب فی الدّین کا نقشہ سامنے آگیا۔ ابوشحمہ پر اُن کے اطمینانِ قلب کے لئے حد جاری کر دی۔ لیکن قصرِ حکومت میں جہاں عام مجمع نہ تھا۔ واقعہ نگار نے اس واقعہ کی اطلاع دربارِ خلافت میں کر دی۔ امیرالمومنین نے گورنرِ مصر کو ملامت آمیز

خط لکھا کہ میرے بیٹے ابوشحمہ کے ساتھ اجراءِ حدودِ الٰہی میں عام مسلمانوں جیسا برتاؤ کیوں نہیں کیا گیا ؟ یعنی عبرت کے لئے عام مجمع میں کیوں نہ حد جاری کی گئی ؟ پھر جب ابوشحمہ مدینے پہنچے تو خلیفۂ وقت نے عام مجمع میں ابوشحمہ کو بے احتیاطی کرنے پر جسمانی سزا دی- جیسے باپ بیٹے کو کسی قصور پر سزا دیا کرتا ہے -کچھ دنوں کے بعد ابوشحمہ اتّفاقی طور پر بیمار پڑے اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ ——— یہ ہے اصل واقعہ جس کو داستان گو واعظین نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے !——— علّامہ ابن عبدالبرؒ یہ واقعہ اس طرح لکھتے ہیں :

عبدالرحمٰن بن عمر الاوسط هو ابوشحمة وهو الذی ضربه عمرو بن العاص بمصر فی الخمر ثم حمله الی المدينة فضربه ابوه الوالد ثم مرض ومات بعد شهر هكذا يرويه معمر عن الزهری عن سالم عن ابيه - واما اهل العراق فيقولون انه مات تحت سياط عمر وذلك غلط وقال الزبير اقام عليه عمر حد الشرب فمرض ومات (الاستيعاب صفحہ ۳۹۴ ج ۲-

علّامہ طاہر اس واقعہ کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں :

ما روی ان عبد الرحمٰن الاوسط من اولاد عمر ويكنی اباشحمة غازيا بمصر فشرب نبيذ افجاء الی ابن العاص وقال اقم علیّ الحدود فامتنع فقال اُخبر ابی اذا قدمت فضربه الحد فی داره فلامه عمر قائلا الا فعلت به ما تفعل بالمسلمين فلما قدم علی عمر ضربه واتفق ان مرض فمات

(مجمع بحار الانوار صفحہ ۵۱۸ ج ۳)

ٹھیک یہی واقعہ علّامہ جلال الدّین سیوطیؒ "اللآلی المصنوعة فی الاحاديث الموضوعة" میں اس طرح لکھتے ہیں :

"زبیر بن بکار اور ابن سعد نے طبقات میں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بھی قول ہے کہ عبدالرحمٰن الاوسط جن کی کنیت ابوشحمہ تھی ، مصر میں مجاہد اور غازی کی حیثیت سے تھے ، ایک رات کو نبیذ پی لی جس سے کچھ نشہ محسوس کیا- اس وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ پر حد لگائیے (چونکہ شرعی نقطۂ نظر سے حد

کے سزاوار نہ تھے، اس لئے) عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامتِ حد سے انکار کیا۔ لیکن ابو شحمہ اپنے اوپر حد لگوانے کے لئے اڑے رہے اور کہا کہ اگر آپ اس سے گریز فرمائیں گے تو میں اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ کے وہاں پہنچنے پر اس کی شکایت کردوں گا۔ الغرض عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو شحمہ کے اصرار پر قصرِ حکومت کے اندر اُن پر حد قائم کی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن العاص رض کو ملامت آمیز لہجہ میں تحریر فرمایا کہ جس طرح عام مسلمین پر حدیں جاری کی جاتی ہیں اسی طرح ابو شحمہ پر بھی حد کیوں نہ قائم کی گئی؟ پھر جب ابو شحمہ واپس (مدینہ) آئے تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (تادیبی طور پر) جسمانی سزا دی۔ اس کے بعد اتفاقی طور پر عبدالرحمٰن بیمار ہوئے اور یہی علالت اُن کی وفات کا باعث بنی۔" (وھکذا فی فوائد المجموعۃ صہ ۶۹ و تذکرۃ الموضوعات صہ ۱۸۰ و اسد الغابۃ صہ ۲۱۳ ج ۳)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

روزے اور تراویح باعث مغفرت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ـــــ (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو لوگ رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھیں گے، اُن کے سب گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور ایسے ہی جو لوگ ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح و تہجّد) پڑھیں گے، اُن کے بھی سب پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور اسی طرح جو لوگ شبِ قدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ نوافل پڑھیں گے اُن کے بھی سارے پہلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (از معارف الحدیث مولانا محمد منظور نعمانی)

قرآن اور تجدیدِ ایمان

از قلم
پروفیسر اختر الحسن بھٹی
لیکچرر، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ - وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی صَفْوَةِ الْبَرِيَّةِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ٥ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ٥ (الزمر: ۵۳، ۵۴)

صاحبِ صدر اور سامعینِ کرام!

میری آج کی گفتگو کا موضوع یہ ہے کہ جو لوگ زبان سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور اسلام کو ایک متوارث عقیدے کے طور پر مانتے ہیں اور حقیقی اسلام کا کوئی پرتو ان کی زندگیوں میں نظر نہیں آتا بلکہ غلبۂ خواہشاتِ نفسانی کی بنا پر ہوا و ہوس اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ کیا کوئی ایسا طریقہ اور راستہ ہے کہ وہ اس غفلت اور معصیت سے چھٹکارا حاصل کر سکیں اور خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ کی بجائے انہیں دنیوی اور اخروی فوز و فلاح سے کچھ حصہ مل سکے ـــــ اس مسئلے کے ذہن میں آتے ہی میرا ذہن سورۃ الزمر کی اس آیت کی طرف منتقل ہوا جس کی تلاوت میں نے ابھی کی ہے۔ یعنی: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ

الذُّنُوبَ جَمِيعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

"اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پہ زیادتی کی ہے، خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ، ارحم الرّاحمین کی رحمتِ بے پایاں کا ایک عظیم الشّان اعلان ہے۔ اور سخت سے سخت مایوس لوگوں کے لئے بھی مغفرت کی خوشخبری ہے۔ نہ صرف گناہ گار مسلمانوں کے لئے بلکہ مشرک، ملحد، کافر، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، فاسق، فاجر کوئی ہو، اس آیت کو سننے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے اور آس توڑ کر بیٹھ رہنے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر دے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ لیکن یہ مغفرت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جس کی نشان دہی اللہ تعالیٰ نے اس سے متّصلہ آیت میں کردی ہے یعنی : وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (یعنی اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمان بردار ہو جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پہ عذاب آپڑے، پھر تمھیں کہیں مدد نہیں ملے گی!)

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی اُمید دلا کر دوسری آیت میں توبہ کی طرف متوجّہ فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گذشتہ گناہوں سے شرمندہ ہو کر کفر اور معصیت کی راہ چھوڑ دے اور اپنے ربِّ کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے آپ کو بالکل اس کے حوالے کر دے اور اس کے احکام کے سامنے عجز اور اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اُس کو بخشنے والا، مہربان ہے مگر جب عذاب سر پہ آجائے یا موت آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگے تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہیں، اگر وہ اپنے ربِّ کریم کی طرف رجوع کریں اور سچے دل سے توبہ کر کے شاہراہِ اسلام پہ پھر سے گامزن ہو جائیں۔ تو اللہ ربّ العالمین انھیں اپنے دامانِ رحمت میں جگہ دینے کو تیار ہے۔ اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس راہ کا پہلا قدم توبہ ہے۔ جیسے کہ سورۃ التحریم میں فرمایا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا۔ (اے ایمان والو تم اللہ کے سامنے سچّی اور خالص توبہ کرو اور خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہوں کو توبہ کے بعد چھوڑ دے اور جو ہو چکا ہے اُس پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے اور اگر کسی انسان کی حق تلفی کی ہو تو اس کا حق ادا کرے یا اس سے وہ حق معاف کرائے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام خطائیں اسلام معاف کرا دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ جلا دیتی ہے اور جب توبہ کرلے تو سختی سے اُس کا پابند رہے اور جب توبہ کا خیال دل میں آجائے تو توبہ کرنے میں جلدی کرے اور اسے ٹالتا نہ رہے۔

اب توبہ کے بعد دوسرا مرحلہ اَسْلِمُوْا لَہٗ کا ہے، جیسے ارشاد ہوا: وَاَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ٥ یعنی توبہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو بالکل اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اور اس کے احکام کے سامنے عجز اور اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کا نام اسلام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو کُلِّیَّۃً اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اُس کی مکمّل اطاعت کو اپنا دستورِ زندگی بنا لیتا ہے اور دینِ اسلام کی اصل حقیقت بھی یہی ہے، اور اسی کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَلَہٗ اَسْلِمُوْا (الحج: آیت ۳۴) ترجمہ (اور تمہارا الٰہ وہی اِلٰہِ واحد ہے، پس تم اُسی کے مطیع اور فرماں بردار بن جاؤ)

اور اسی اسلام کے متعلّق فرمایا گیا:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ الخ (النساء: ۱۲۵)

(اور اُس شخص سے کس کا دین اچّھا ہو سکتا ہے جس نے اپنی پیشانی اللہ کے سامنے جھکا دی!) ——— اور فرمایا:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ٥ (آل عمران: ۸۵) [اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور

دین کا طالب ہوگا، وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا!]

بہرحال اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع اور فرماں بردار بن جائے۔ یہاں حدیثِ جبریل کا وہ حصہ بھی قابلِ توجہ ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا:

یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ ؟ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتلائیے کہ اسلام کیا ہے؟

اور حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

"اسلام یہ ہے کہ تم دل اور زبان سے یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتے ہو تو حج کرو!"

اِس حدیثِ پاک میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، یہ وہی پانچ ارکان ہیں جن پر دین کی عمارت قائم ہے، اور یہی ارکان گویا اسلام کا "پیکرِ محسوس" ہیں لہٰذا اِس حدیث میں انہی کے ذریعے سے اسلام کا تعارف کرایا گیا ہے ؏

اِس کے ساتھ ہی اِس حدیثِ پاک کے دوسرے حصے کا بیان بھی نہایت ضروری ہے، جس میں حضورؐ سے سوال کیا گیا: اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ! اور حضورؐ نے جواب دیا: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ (یعنی ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یومِ آخرت یعنی قیامت کو حق جانو اور ہر خیر و شر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو۔

دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبرانِ حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور ادراک کی حدود سے ماوراء ہوں، ہمیں جو کچھ بتلائیں ہم ان کو سچا مان کر اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر

قبول کرلیں۔ شرعی ایمان کا تعلّق اصولاً اُمورِ غیب ہی سے ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کے احکام، رسولوں کی رسالت اور ان پر وحی کی آمد اور مبدا و معاد کے متعلق ان کی اطلاعات وغیرہ۔ ان میں سے حضور نے اللہ تعالیٰ، ملائکہ، اللہ کی کتابوں، رسولوں، روزِ قیامت اور خیر و شر کی تقدیر کا ذکر صراحت کے ساتھ فرمایا ہے اور قرآن مجید میں بھی انہی ایمانی اُمور کا ذکر اسی تفصیل کے ساتھ آیا ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ٥ (سورۃ النسا آیت ۱۳۶)

"اے ایمان والو! یقین لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے پیغمبر پر نازل کی اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی تھیں اور جو شخص انکار کرے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا، اور قیامت کے دن کا تو وہ راستے سے بھٹک کر دُور جا پڑا!"

سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے، وحدہٗ لا شریک ہے، اس کائنات کا خالق و مالک ہے اور ربّ العالمین ہے، اس کی ذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور وہ ہر صفتِ کمال سے متّصف ہے

اور ملائکہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ ان کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مستقل نوع کی حیثیّت سے تسلیم کیا جائے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ کی پاک اور محترم مخلوق ہیں۔ ان میں شر اور شرارت اور عصیان و بغاوت کا مادّہ ہی نہیں بلکہ ان کا کام صرف اللہ کی بندگی اور اطاعت کرنا ہے:

لَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ٥ (التحریم)

اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جو کام اُن کے متعلق اور جو فرائض اُن کے سپرد کئے گئے ہیں انہیں وہ بخوبی انجام دیتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسولوں کے ذریعے جو ہدایت نامے وقتاً فوقتاً بھیجے ہیں، اُن میں سب سے آخر اور سب کا خاتم قرآن مجید ہے۔ جو پہلی سب کتابوں کا مُصَدِّق اور مہیمن بھی ہے، اور تمام کتبِ سماویہ کے ضروری مضامین پر حاوی اور سب سے مستغنی کر دینے والی آخری کتاب بھی۔ اور چونکہ پہلی سب کتابیں محرّف ہو چکی ہیں، اس لئے اب صرف یہی کتابِ ہدایت ہے جو سب کے قائم مقام اور سب سے زیادہ مکمل ہے اور اس کی حفاظت کی ذمّہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے :

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹)

اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً اور مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی ہدایت اور اپنی رضامندی کا دستور دے کر بھیجا اور انھوں نے پوری امانت و دیانت کے ساتھ خدا کا وہ پیغام بندوں تک پہنچا دیا اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی پوری پوری کوششیں کیں۔ ان میں سے بعض کے نام اور حالات قرآن مجید میں ہمیں بتلائے گئے ہیں اور بہت سوں کے نہیں بتلائے گئے۔ اور اسی کے ساتھ اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ وحی و رسالت حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم کر دیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو آپ کے ذریعے مکمّل کر دیا اور اب قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی نجات و فلاح کا دار و مدار آپ ہی کی تعلیمات کی پیروی کرنے میں ہے ؛

اور یومِ آخرت پر ایمان یہ ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن قطعی طور پر فنا کر دی جائے گی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے سارے مردوں کو زندہ کرے گا اور اس دُنیا میں جس نے جیسے اعمال کئے ہیں ان کی جزاء یا سزا ان کو دی جائے گی اور وہ دن بڑا ہولناک ہوگا :

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ
ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ

عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ٥ (الحج : ۱، ۲)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہے۔
اُس دن حال یہ ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے بچّوں کو بھول جائیں گی۔
اور تمام حمل والیوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے۔ تو دیکھے گا کہ لوگ نشے
میں ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی
بڑا سخت ہے!"

اور خیر و شرّ کی تقدیر پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے (خواہ وہ خیر ہو یا شرّ) وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیّت سے ہو رہا ہے، جس کو وہ پہلے ہی طے کر چکا ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دُنیا کا یہ کارخانہ ایک لمحے کے لئے بھی اس کی منشاء اور مرضی کے خلاف چلے :

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ٥ (اور جو کوئی آسمانوں میں ہے یا زمین میں، وہ خوشی سے یا لاچاری سے، اُسی کی پیروی کر رہا ہے اور سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں! (آل عمران : ۸۳)

اسلام اور ایمان کی اس تشریح کے بعد لازم آتا ہے کہ وہ شخص گہرے احساسِ ذمّہ داری کے ساتھ عہد کرے کہ رضائے الٰہی ہی اس کا اصل نصب العین ہوگا اور اُسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے الفاظ میں یہ اعلان کرنا ہوگا کہ :

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ٥

(الانعام : ۱۶۲، ۱۶۴)

"کہہ دو میری نماز اور میری عبادت اور میرا مرنا اور میرا جینا سب رب العٰلمین کے لئے ہوگا جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے، میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں!"

اسلام اور ایمان کے اِس ادراک اور یقین کے بعد یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اعمالِ انسانی کی اُس اساس کو بھی بیان کر دیا جائے کہ جس کی بنا پر ہمارے

اعمال یقیناً اعمالِ صالحہ میں شمار ہونے لگیں گے، اور وہ ہے "احسان"۔ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اُسے نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ اِس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ تَعْبُدَ اللّٰہ آیا ہے، لیکن اس کا تعلق صرف نماز ہی سے نہیں بلکہ انسان کی پوری زندگی سے ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت اور بندگی اور اس کے ہر حکم کی اطاعت اور فرماں برداری اس طرح کی جائے کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہے، اور ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔

اس کو یوں سمجھئے کہ غلام ایک تو اپنے آقا کے احکام کی تعمیل اس وقت کرتا ہے جب وہ اس کے سامنے موجود ہو۔ اور ایک رویّہ اس کا اس وقت ہوتا ہے، جب اُسے معلوم ہو کہ اس کا آقا اسے نہیں دیکھ رہا۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ جس قدر خلوص اور خوش اسلوبی کے ساتھ وہ اپنے آقا کے سامنے فرائض خدمت انجام دیتا ہے۔ ایک کی عدم موجودگی میں اس کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ لہٰذا جب یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں دیکھ رہا ہے، تو یہی وہ کیفیت ہے جس سے اعمال میں حسن پیدا ہوتا ہے اور یہی عبادت کی روح اور مقصود اصلی ہے۔

جب انسان نے سچّے دل سے توبہ کر لی اور اسلام، ایمان اور احسان کی حقیقت اس کے دل میں گھر کر گئی تو اس کی کشتِ قلب میں ایک ایسا بیج بو دیا گیا جو اپنے برگ و بار لا کر رہے گا اور دیکھنے والے اس کے اقوال، افعال، اعمال اور معاملات میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے۔ اور انسان خود بھی محسوس کرنے لگے گا کہ اُس کے قلب و شعور کی دنیا بدل گئی ہے۔ اس تبدیلی کے بعد لازم ہے کہ اس کے گھر والے، رشتہ دار اور دوست احباب اس تبدیلی کا نوٹس لیں۔ اب وہ اسے دیر تک نظر انداز نہیں کر سکیں گے۔ دوست احباب میں سے کچھ تو وہ ہوں گے جو اس معاملے کو مذاق میں اڑانا چاہیں گے اور جب دیکھیں گے کہ اس استہزاء اور تمسخر کا کچھ اثر نہیں ہوا، تو شاید مایوس ہو کر الگ ہو جائیں۔ اعزّہ و اقارب میں سے کچھ لوگ بڑی خیر خواہی اور دلسوزی سے نصیحت کریں گے

اس طرزِ عمل کی مشکلات اور دنیاوی خسران سے ڈرائیں گے ۔ لیکن ان کے بھی دو گروہ ہو جائیں گے۔ ———— ، ایک گروہ اس تبدیلی کو استحسان کی نظر سے دیکھے گا اور دوسرا گروہ عناد یا قطع تعلّق کا فیصلہ کرلے گا۔ اگروہ شخص اس پہلے گروہ کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرے تو یہی لوگ آئندہ اس کے دست و بازو اور مونس و غم خوار ثابت ہوں گے ۔ اس کے ساتھ ہی اُسے ایسے لوگوں کی جستجو بھی کرنی چاہیئے جو اس سے پہلے اس راہ پر گامزن ہو چکے ہیں ۔ ان کی صحبت میں اسے وہ ماحول اور وہ فضا ملے گی جس میں اس کے دینی جذبات نشوونما پائیں گے ، اور اس کا ذوق و شوق ترقّی کرتا چلا جائے گا۔ یہاں تھوڑی دیر کے لئے رک کر اُسے قطعیّت کے ساتھ یہ فیصلہ کرلینا چاہیئے کہ اس کی زندگی کا نصب العین صرف اور صرف نجاتِ اُخروی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے اسے اصل زور اپنی سیرت کی تطہیر اور تزکیے اور اپنی شخصیّت کی تکمیل و تعمیر پر دینا ہوگا۔ تاکہ اس کا تعلّق مع اللہ زیادہ سے زیادہ مضبوط اور اس کے اعمال میں خلوص و للّٰہیت کا رنگ زیادہ سے زیادہ گہرا ہوتا چلا جائے ۔ تعلّق مع اللہ کی مضبوطی کے لئے نسخۂ کیمیا ہے قرآن مجید اور فرقانِ حمید کا غور و فکر کے ساتھ مطالعہ۔

اِس کے ساتھ ہی اُسے احادیث ، سیرتِ نبویؐ اور سیرِ صحابہؓ کا مطالعہ بھی کرنا ہوگا تاکہ اس کی شخصیّت اتّباعِ سنّت کے سانچے میں ڈھلتی جائے۔ کیونکہ ایک مسلمان کے لئے حضورؐ کی سیرتِ مبارکہ سے بڑھ کر کوئی اور اُسوۂ حسنہ نہیں ہے۔ اتّباعِ سُنّت کے ساتھ ایسی تمام بدعات و رسومات کو ترک کرنا بھی ضروری ہے ، جن کا ثبوت حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں نہیں ملتا ۔ عملی زندگی میں اکلِ حلال اور صدقِ مقال کی پابندی کرے ۔ رخصتوں پر عمل کرنے کی بجائے عزیمت کو اپنا شعار بنائے ، اور بالخصوص سود ، رشوت ، جُوا ، لاٹری ، اور سرکاری ٹیکسوں کی چوری سے کلیتہً اجتناب کرے اور مال یا جائداد کے معاملے میں جو مال حرام طریقوں سے آیا ہو ، یا جس میں حقداروں کے حقوق تلف

کئے گئے ہوں، اس سے دست بردار ہوجائے۔ اور اہلِ حقوق کو اُن کے حق پہنچا دے ۔

حضرات! یہ معاملات آسان نہیں ہیں، یہ کسی انسان کی بہت کڑی آزمائش ہے اور اس راہ میں اُسے قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے ؛ لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرات! جن معاملات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کا زیادہ تر تعلّق اس شخص کی انفرادی اصلاح سے تھا۔ لیکن فرد کو معاشرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ انسان اس حد تک بالطّبع عمرانی فطرت رکھتا ہے کہ بغیر معاشرے کے وہ مر تو سکتا ہے، مگر نہ وجود میں آسکتا ہے، نہ باقی رہ سکتا ہے اور نہ ترقّی کرسکتا ہے انسانی تعلّقات میں اہمیّت کے لحاظ سے سب سے اہم تعلّق والدین کا ہے۔ انھوں نے بڑی محنت اور مشقّت کے ساتھ اس کی پرورش کی اور لکھا پڑھا کر عملی زندگی میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا۔ اب وہ بوڑھے ہوگئے تو ان کی امیدوں کا مرکز ان کی اولاد ہی ہے۔ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی میں بڑی تفصیل کے ساتھ والدین کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے جیسے فرمایا :

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ
وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ
وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ
أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

(سورۂ لقمان : ۱۴ تا ۱۵)

"اور ہم نے تاکید کی انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں جب اس کی ماں تکلیف پر تکلیف اُٹھا کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے اور دو برس میں اس کا دُودھ چھڑانا ہوتا ہے اور ہم نے تاکید کی ہمارا بھی شکر کرنا اور اپنے ماں باپ کا بھی کہ تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے

کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہا نہ ماننا۔ اور دنیا کے کاموں میں اچھی طرح
ان کا ساتھ دینا، اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اس کے راستے پر
چلنا۔ پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو پھر میں تمھیں ان سب کاموں سے
آگاہ کروں گا جو تم کرتے رہے ہو!"

اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَـقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل: ۳)

"اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ
کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا، اگر ان میں سے ایک یا دونوں
بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف بھی نہ کرو اور نہ اُن پر خفا ہو۔ اور
اُن سے ادب کے ساتھ بات کرو اور اُن کے لئے اطاعت کا بازو محبت
کے ساتھ جھکا دو اور کہو کہ اے میرے پروردگار! تو ان پر رحم فرما
جس طرح انھوں نے بچپن میں مجھے پالا!"

اللہ! اللہ! کس قدر ادب اور محبت کی تعلیم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوار ہوا جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر لی۔ مزید فرمایا کہ جنت تمھاری ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہؐ! میرے حُسنِ معاشرت کا سب سے زیادہ مستحق کون؟ حضورؐ نے فرمایا تیری والدہ۔ ان صحابیؓ نے تین بار یہی سوال دُہرایا اور آپؐ نے یہی جواب ارشاد فرمایا کہ تیرے حُسنِ معاشرت کی سب سے زیادہ مستحق تیری والدہ ہے۔ اس کے بعد تیرا والد اور اس کے بعد جو اس سے قریب ہے، پھر جو اس سے قریب ہے۔ اسلام نے ایک طرف مردوں کو قوّام قرار

دے کر عورتوں پر ان کا حق فائق کر دیا لیکن دوسری طرف ماں کو باپ پر ترجیح دے کر دونوں کے حقوق میں توازن پیدا کر دیا ؂

انسانی تعلّقات میں دوسرا اہم تعلّق میاں بیوی کا ہے۔ اصطلاحی طور پر اس کا بیان حقوق الزّوجین کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے عورت سے لاتعلقی کو ہی روحانی کمال کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے آکر اس نظریے کو باطل کر دیا اور یہ بتایا کہ اخلاق اور روحانیت کی تکمیل جس قدر تجرّد میں ہو سکتی ہے، اس سے بدرجہا بہتر تعلّق ازدواج میں ممکن ہے۔ اخلاق نام ہے حُسنِ معاملہ اور حُسنِ سلوک کا، جو کسی کا شوہر نہ ہو، کسی کا باپ نہ ہو، کسی کا بھائی نہ ہو، کسی سے رشتہ ناطہ نہ رکھے۔ اس پر دُنیا کے کیا فرائض عاید ہو سکتے ہیں اور اخلاق کی تکمیل کے لئے اُسے کون سے فطری مواقع مل سکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ:
اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ ۔ .... فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ـــــ اور قرآن مجید میں فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝ (سورۃ النّساء : ۱)

"اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رحمی رشتوں کا لحاظ رکھو، اللہ تعالیٰ تمہارا نگران ہے۔"

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اِن آیات کو نکاح کے خطبوں میں عموماً پڑھا کرتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ جو ذمّہ داریاں اس نئے جوڑے پر ڈالی جا رہی ہیں انہیں پورا کرتے ہوئے حدود اللہ کا خیال رکھیں، اپنی عفّت کی حفاظت کریں اور صلح جوئی اور یک جہتی کی کوشش کریں ؂

عائلی زندگی میں مرد کو نگران اور قوّام کی حیثیت حاصل ہے جیسے فرمایا: الرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط (سورۃ النساء) : "مرد عورتوں کے نگران ہیں، اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی ہے اور اس لئے کہ انھوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عائلی زندگی میں مرد کو اس لئے فضیلت دی ہے کہ وہ عورت کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے اور اس کے جائز مصارف کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اور اللہ مرد کو مشکلات میں پڑنے اور عورت کی حفاظت اور بچاؤ کی خاطر جسمانی صلاحیتیں کچھ زیادہ دی ہیں۔ اور نیک عورتیں وہ ہیں جو شوہر کی غیر حاضری میں اپنی اور شوہر کی عزّت و آبرو کا اور اُس کے مال کی حفاظت کا خیال رکھتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جہاں ایک طرف عورتوں کو اپنے شوہروں کی کامل اطاعت کا حکم دیا، وہاں مردوں کو عورتوں سے حُسنِ سلوک کی تاکید کی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کیلئے بہتر ہے۔

میری رائے میں عائلی زندگی میں سکون اور خوشگواری پیدا کرنے کا سنہری اصول قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کر دیا ہے: وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ٥ (البقرہ : ٢٣٧) : "اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا بے شک اللہ تعالیٰ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔" —— عائلی زندگی کے بارے میں اس نکتے کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور مردوں کو نفسِ واحدہ سے پیدا کیا اور مرد و عورت میں یہی کامل یگانگت اور ہم آہنگی اور دو قالب و یک جان ہونا عائلی زندگی کی معراج ہے۔ اور میری رائے میں یہ ہم آہنگی اور یگانگت نصب العین کی وحدت سے ہی پیدا کی جا سکتی ہے، یعنی دونوں کی زندگیوں کا نصب العین صرف اور صرف نجاتِ اُخروی اور رضائے الٰہی کا حاصل کرنا ہو۔ اولاد کی تربیت اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات میں بھی اگر نصب العین کی اسی وحدت کو ملحوظ رکھا جائے تو خاندانی

زندگی کی بہت سی الجھنیں ختم ہو سکتی ہیں۔ فرد کو اپنی اصلاح کی کوشش بھی کرنی چاہیئے۔ جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم: ۹) "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ!" ——— وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ٥ اور تدریجاً اپنے رشتہ داروں اور پھر اپنی قوم اور پھر تمام بنی نوعِ انسان تک اس دعوت کو پہنچانا چاہیئے۔ جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ٥

"اور اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کی اُمّت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہی دینے والے بنو، اور رسول تم پر گواہی دینے والا ہو!"

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

لسان العصر اکبر الٰہ آبادی مرحوم
کے کلام کو سمجھنے کے لئے
پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی تالیف
شرح تلمیحات و مشکلاتِ اکبر
کا مطالعہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے
قیمت فی نسخہ ۔۔۔۔۔ ۱۵/- روپے (محصول ڈاک علاوہ)
مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور سے طلب فرمائیں

فہرست مطبوعات

مرکزی انجمن خُدّامُ القرآن لاہور

تصانیف امام حمید الدین فراہی رح

مجموعہ تفاسیر فراہیؒ		ہدیہ -/۲۵ روپے
اقسام القرآن	اُردو ترجمہ الامعان فی اقسام القرآن	" ۳/۷۵ "
ذبیح کون ہے ؟	اُردو ترجمہ القول الصحیح فی من ہو الذبیح	" ۴/۵۰ "

مترجم: مولانا امین احسن اصلاحی

تصانیف مولانا امین احسن اصلاحی

سلسلۂ تدبر قرآن:

مبادیٔ تدبر قرآن: - تدبر قرآن کے اُصول و قواعد پر اہم دستاویز		ہدیہ -/۸ روپے
مقدمہ تدبر قرآن و تفاسیر آیت بسم اللہ و سورۂ فاتحہ		" -/۳ "
تدبر قرآن جلد اوّل	مشتمل بر مقدمہ و تفسیر از ابتدا تا سورۂ آل عمران	" -/۵۰ "
تدبر قرآن جلد دوم	مشتمل بر تفسیر سورۂ نساء تا سورۂ اعراف	" -/۵۰ "
تدبر قرآن جلد سوم	مشتمل بر تفسیر سورۂ انفال تا سورۂ بنی اسرائیل	" -/۵۰ "
تدبر قرآن جلد چہارم	مشتمل بر تفسیر سورۂ کہف یا سورۂ قصص	" -/۵۰ "
حقیقتِ دین	مشتمل بر حقیقت شرک، حقیقت توحید، حقیقت تقویٰ، حقیقت نماز	" -/۲۰ "
دعوت دین اور اس کا طریق کار		" -/۱۰ "
اقامت دین کے لئے انبیاء کرام کا طریق کار		" ۱/۲۵ "
قرآن اور پردہ		" -/۱ "
اسلامی قانون کی تدوین		" -/۵ "
اسلامی ریاست -		ہدیہ -/۲۰ روپے
پاکستانی عورت دوراہے پر		" -/۱۰ "

تصنیف ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار — قسم اعلیٰ ۵۰/۱، ادنیٰ -/۱

تصانیف ڈاکٹر اسرار احمد

—— اسلام کی نشأۃ ثانیہ : کرنے کا اصل کام — -/۱ روپے

—— مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق — -/۲ ״

—— ״ ״ ״ ״ انگریزی — -/۳ ״

—— ״ ״ ״ ״ (عربی) — -/۴ ״

—— عظمتِ صوم — ۷۵/- ״

—— علامہ اقبال اور ہم — ۵۰/۱ ״

—— راہِ نجات : سورہ والعصر کی روشنی میں — قسم اعلیٰ -/۲، ادنیٰ -/۱ ״

—— قرآن اور امن عالم — ۷۵/- ״

—— دعوت الی اللہ — -/۱ ״

—— آیت الکرسی : ایک نشری تقریر — ۳۰/ ״

—— درس قرآن حکیم کا منتخب نصاب حصہ اوّل و دوم — فی جزء -/۵

—— حج اور عید الاضحیٰ اور ان کی اصل روح — زیر طبع

—— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت — -/۳ ״

—— قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ (الفاتحہ تا الکہف) — -/۳ ״

تالیف پروفیسر یوسف سلیم چشتی

—— اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش — ״ -/۵ ״

تالیف : سیّد غلام احمد رضوی ایڈووکیٹ

—— یتیم پوتے کا حق وراثت - ہدیہ -/۵ ״

MONTHLY MEESAQ LAHORE

Vol. 28	August 1979	No. 8

ماہ رمضان مبارک کے دوران

ڈاکٹر اسرار احمد

کی تالیف

قرآن حکیم کی سورتوں

کے مضامین کا

اجمالی تجزیہ

اَلْفَاتِحَۃ تا اَلْکَھْف

کا مطالعہ ان شاء اللہ بے حد مفید رہے گا

ہدیہ ______ فی نسخہ -/۳

شائع کردہ

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور